اصلی کلمہ اسلام لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

حضرت ابوبکر صدیق رض　　　حضرت عمر فاروق رض

آئین تحفظ ختم نبوت زندہ باد　　حق چاریار رض　　نظام خلافت راشدہ زندہ باد

حضرت عثمان ذوالنورین رض　　　حضرت علی المرتضیٰ رض

اِحتجاجی مکتوب

بنام ــ مولانا مفتی محمود

منجانب

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب بانی تحریک خدام اہل سنت پاکستان

شائع کردہ

تحریک خدام اہل سنت چکوال ضلع جہلم پاکستان

قیمت ۱/۲۵ روپیہ

عرضِ حال

یہ احتجاجی مکتوب جناب مولینا مفتی محمود صاحب صدر پاکستان قومی اتحاد کے نام ۱۰ ستمبر ۱۹۷۷ء مطابق ۲۵ رمضان المبارک ۱۳۹۷ھ کو بذریعہ ڈاک رجسٹرڈ ارسال کر دیا گیا تھا لیکن تاحال کوئی جواب موصول نہیں ہوا۔ اور چونکہ ۱۸ اکتوبر کے مجوزہ الیکشن کیلئے پارٹیاں اور افراد اپنے اپنے منشور اور نظریات ملک و ملت کے سامنے پیش کر رہے ہیں اسلئے یہ مکتوب بھی شائع کیا جا رہا ہے تاکہ مسلمانان پاکستان اور خصوصاً سواد اعظم اہل السنت والجماعت پر ہمارا امتیازی "سُنی موقف" بھی واضح ہو جائے۔ اور گو قبل ازیں تحریک خدام اہل سنت کی طرف سے میرا مرتبہ "تحفظ اسلام پارٹی کا انتخابی موقف" بھی شائع ہو چکا ہے جسمیں پاکستان کے دو بڑے سیاسی دھڑوں قومی اتحاد اور پیپلز پارٹی سے اپنے اختلافات کی ضروری وضاحت کر دیگئی ہے لیکن قومی اتحاد کیطرف سے شیعہ نصاب دینیات اور جلوس ماتم و تعزیہ وغیرہ کی منظوری کے بعد یہ ضروری سمجھا گیا کہ ان مسائل میں قومی اتحاد کے صدر مولانا مفتی محمود صاحب کو براہ راست مخاطب بنا کر اسلامی اصول و عقائد اور شرعی دلائل و براہین کی روشنی میں انکے فیصلہ پر واضح تنقید کیجائے۔ بھٹو حکومت کی خرابیوں کیوجہ سے جو لوگ بھٹو اقتدار کو بلکیہ زائل کرنے کے لئے قومی اتحاد کا ساتھ دے رہے تھے وہ ان نتائج کو بالکل نظر انداز کر رہے ہیں جو قومی اتحاد کے متوقع اقتدار کے بعد رونما ہو سکتے ہیں۔ صدر ایوب کے اقتدار کے زوال پر جس طرح عوام نے محض جذباتی سطح پر ذوالفقار علی بھٹو کو پاکستان کا نجات دہندہ قرار دینے میں غلطی کی تھی اسی طرح موجودہ بحران میں ان نو پارٹیوں کے اتحاد پر کلی اعتماد کر لینا بھی بعد میں خطرناک اور فتنہ انگیز ہو سکتا ہے۔ قومی اتحاد کے حامی ماہنامہ چٹان میں عورتوں کے حقوق کے بارے میں قومی اتحاد کے مرکزی رہنماؤں کے جو انٹرویو شائع ہوئے ہیں ان میں بھی واضح تضاد پایا جاتا ہے۔ قومی اتحاد کے صدر حضرت مفتی محمود صاحب تو فرماتے ہیں کہ بہرحال مخلوط تعلیم اور دفتروں اور کارخانوں میں عورت اور مرد کا اس انداز میں اکٹھے کام کرنا کہ اس سے غیر اخلاقی

ماحول پیدا ہو سکے۔ اسلامی تعلیمات کے منافی ہے اور ہم ان لعنتوں کو ختم کر دینگے۔" اور ائیر مارشل اصغر خان کا بیان یہ ہے کہ :۔ "عمر کا ایک مرحلہ ایسا ہوتا ہے جس میں اگر خواتین کو تعلیم علیحدہ ہی دیجائے تو بہتر ہے۔ میری رائے میں عمر کا یہ نازک دور دس سے انیس سال کی عمر تک ہوتا ہے اس سے پہلے اور بعد میرے خیال میں مخلوط تعلیم میں کوئی حرج نہیں" اور پردے کے بارے میں لکھا ہے کہ سابق ایئر مارشل صاحب نے برقعے کے روایتی تصور کو ہندووانہ قرار دیتے ہوئے کہا :۔ اسلام میں پردے سے مراد شرم و حیاء کا قائم رکھنا ہے جس کیلئے یہ باقاعدہ قسم کی شکل لازمی نہیں ہے" (ماہنامہ چٹان لاہور ستمبر ۱۹۷۷ء) بہر حال اسکا جواب تو قومی اتحاد کے ان علماء کو دینا چاہیے جنکے ہاں برقعے کا ہندوانہ پردہ رائج ہے اور ائیر مارشل صاحب کا یہ بھی عجیب و غریب فلسفہ ہے کہ ۱۹ سال کی عمر میں طلبہ و طالبات کا اکٹھا پڑھنا تو اچھا نہیں لیکن ۲۰ سال اور اسکی بعد کی عمر میں ان کا باہمی اختلاط مضر نہیں۔ علاوہ ازیں قومی اتحاد کے اکثر زعماء تو یہ کہتے ہیں کہ پیپلز پارٹی سے مقابلہ سوشلزم اور اسلام کا مقابلہ ہے اور یہ گویا کہ کفر و اسلام کا مقابلہ ہے لیکن بانی جماعت اسلامی ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کے متعلق لکھا ہے کہ :۔ مولینا یہ کشمکش جو ہمارے ہاں بپا ہے کیا یہ کفر و اسلام کی جنگ نہیں ہے؟ یہ ایک نوجوان نے کہا۔ مولینا نے فرمایا۔ نہیں میں ایسا نہیں سمجھتا۔ اسے نیکی اور بدی کے درمیان کشمکش کہا جا سکتا ہے الخ (ہفت روزہ آئین لاہور ۲۳۔ ۳۱ اگست ۱۹۷۷ء) اسی طرح شرعی سزاؤں کے نفاذ کے بارے میں بھی انکے مرکزی لیڈروں میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ لیکن سب سے زیادہ اہم ہمارا اعتراض قومی اتحاد پر یہ ہے کہ انہوں نے اپنے منشور میں حضرات خلفائے راشدین حضرت ابوبکر صدیق۔ حضرت عمر فاروق۔ حضرت عثمان ذوالنورین حضرت علی المرتضیٰ اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو بالکل نظر انداز کر دیا ہے لیکن انکے برعکس شیعہ علماء و زعماء اپنے مطالبات واضح طور پر اپنی شیعیت کی بناء پر پیش کر رہے ہیں اور دونو سیاسی دھڑے انہیں راضی کرنے میں کوشاں ہیں چنانچہ صرف ضلع ملتان اور جھنگ میں جو ۱۴ شیعہ امیدواروں کو ٹکٹ دیئے گئے ہیں ان میں سات قومی اتحاد اور سات ہی پیپلز پارٹی کی طرف سے ہیں جنکی تفصیل حسب ذیل ہے :۔ قومی اتحاد کی طرف سے جنکو ٹکٹ ملے ہیں (۱) دیوان غلام عباس بخاری ملتان صوبائی اسمبلی (جماعت اسلامی)۔ ۲۔ ڈاکٹر سید خاور علی شاہ صاحب۔ ملتان۔ صوبائی اسمبلی۔ (جماعت اسلامی)۔ (۳) سید محمد تقی شاہ جھنگ۔ صوبائی اسمبلی (جماعت اسلامی)۔ ۴۔ خان ذوالفقار علی سیال جھنگ۔ صوبائی اسمبلی (جماعت اسلامی) (۵) سید ولایت حسین گردیزی ملتان۔ صوبائی اسمبلی (دینی

ڈی پی)۔ ۶۔ سیدہ عابدہ حسین بیگم جھنگ قومی اسمبلی (این ڈی پی) ۷۔ مہر محمد عارف خان جھنگ۔ قومی اسمبلی (این ڈی پی)
اور پیپلز پارٹی کی طرف سے شیعہ امیدوار حسب ذیل ہیں:۔ ۱۔ سید عباس حسین گردیزی ملتان۔ قومی اسمبلی (۲) سید محمد
رضی شاہ گردیزی ملتان صوبائی اسمبلی (۳) نواب احمد بخش ملتان صوبائی اسمبلی (۴) سردارزادہ ظفر عباس جھنگ
صوبائی اسمبلی (۵) سید فخار علی بخاری جھنگ (صوبائی اسمبلی) ۶۔ سید ذوالفقار علی بخاری جھنگ، قومی اسمبلی (۷)
سردارزادہ محمد علی شاہ جھنگ (قومی اسمبلی)۔ (ہفت روزہ رضاکار لاہور ص۶، ۸ ستمبر ۱۹۷۷ء) لیکن شیعہ علماء اس
پر بھی مطمئن نہیں ہیں اور انکا اصلی مطالبہ یہ ہے کہ انکو سواد اعظم کے بالکل مساوی حق دیا جائے چنانچہ جنرل ضیاء الحق
صاحب نے جب رمضان المبارک میں ریڈیو اور ٹی وی کے ذریعہ اہل السنت والجماعت کی اذان جاری کرائی۔
جو دور رسالت سے لیکر آجتک تمام ملت اسلامیہ کی متفقہ اذان ہے تو شیعوں نے یہ مطالبہ شروع کر دیا کہ
ٹی وی اور ریڈیو کے ذریعہ شیعہ اذان بھی نشر کی جائے اور اسلامی مشاورتی کونسل میں جب جنرل صاحب
موصوف نے ایک شیعہ مجتہد مفتی جعفر حسین صاحب کو نامزد کیا تو شیعوں کی طرف سے اس کیخلاف احتجاج کیا گیا
چنانچہ رضاکار ۴ ستمبر ۱۹۷۷ء میں لکھا ہے کہ:۔ شیعان پاکستان کو بجا طور پہ یہ شکایت ہے کہ کونسل میں
ان کی نمائندگی قطعاً ناکافی ہے۔ لہذا اصولاً کونسل میں دونوں عظیم اسلامی فرقوں کو مساوی نمائندگی ملنا
چاہیئے تھی لیکن بارہ ارکان کے ہاؤس میں صرف ایک شیعہ نمائندہ ہے شیعان پاکستان کے لئے یہ نمائندگی
مایوس کن ہے لہذا ہم چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر محترم جنرل ضیاء الحق صاحب کی خدمت میں یہ گذارش
کرینگے کہ وہ کونسل میں شیعوں کی مناسب و مؤثر نمائندگی کا انتظام فرما کر شیعان پاکستان کو مطمئن کریں
اور رضاکار کے اسی پرچہ میں مولینا مفتی محمود، مولینا شاہ احمد نورانی اور میاں طفیل محمد و دیگر قائدین
قومی اتحاد سے استفسار کے تحت حسب ذیل امور میں ان سے واضح اور غیر مبہم الفاظ میں جواب کا مطالبہ کیا ہے کہ
۱۔ معتقدین فقہ حنفی اہل سنت اور معتقدین فقہ جعفری شیعہ اثنا عشریہ کا مشترکہ اسلامی پبلک لاء مساویانہ
حقوق کی بنیادوں پر تیار کیا جائیگا اور اسمیں فریقین کی فقہ کو مساوی اور برابر مقام دیا جائیگا (۲) مشترکہ
اسلامی پبلک لاء و اسلامی پرسنل لاء ہر دو تیار کرنے کیلئے اہل سنت و شیعہ اثنا عشریہ علماء کی ایک مشترکہ اسلامی
کونسل قائم کیجائیگی جس میں فریقین کے علماء کو مساوی اور برابر برابر نمائندگی کا حق دیا جائیگا الخ (رضاکار ۴ ستمبر
۱۹۷۷ء) اب پاکستان کے اہل السنت والجماعت خود ہی جائزہ لے لیں کہ کتنے سنی علمائے کرام نے اسی طرح مؤثر
انداز میں قومی اتحاد سے خلافت راشدہ کی پیروی میں نظام شریعت اور نظام مصطفیٰ کے قیام کا مطالبہ کیا ہے
صلائے عام ہے یاران نکتہ داں کیلئے۔

والسلام۔ خادم اہل سنت مظہر حسین غفرلہ ۱۵ شوال المکرم ۱۳۹۷ھ
۳۰ ستمبر ۱۹۷۷ء

(سرگودھا)

بخدمت جناب مولانا مفتی محمود صاحب صدر پاکستان قومی اتحاد

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

اخباری اطلاعات سے معلوم ہوا ہے کہ آپ کی قیادت میں قومی اتحاد نے پاکستان شیعہ مطالبات کمیٹی کے صدر سید جمیل حسین صاحب رضوی ریٹائرڈ جج آف ہائیکورٹ کے پیش کردہ مطالبات کو تسلیم کر لیا ہے۔ جس کی بنا پر انہوں نے ۱۸ اکتوبر ۱۹۷۷ء کے مجوزہ انتخابات میں قومی اتحاد کی حمایت کا اعلان کر دیا ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں سید جمیل حسین رضوی کی پریس کانفرنس لاہور کی جو کاروائی شائع ہوئی ہے وہ حسب ذیل ہے :-

انہوں نے پاکستان قومی اتحاد کے نائب صدر نوابزادہ نصر اللہ خان کا وہ مراسلہ بھی پریس کانفرنس کو جاری کیا جو نوابزادہ صاحب نے قومی اتحاد کی مرکزی کونسل کی جانب سے کمیٹی کے صدر کو لکھا ہے اور ان کے تین بنیادی مطالبات تسلیم کر لئے ہیں۔ جنکا اعلان گذشتہ روز قومی اتحاد کے سیکرٹری جنرل پروفیسر عبد الغفور احمد نے کیا ہے۔ سید جمیل حسین رضوی نے کہا ہے کہ مسلم کانفرنس کے صدر سردار عبد القیوم نے راولپنڈی میں ہمارے نمائندے آغا رضا علی سے جون میں اس سلسلے میں بات چیت کی تھی کہ شیعہ حضرات قومی اتحاد کی حمایت کریں بعد میں سردار عبد القیوم خان مجھ سے ملے اور ہمارے مطالبات سے اتفاق کیا۔ گذشتہ دنوں میں نوابزادہ

نصر اللہ خان سے ملا اور انہیں اپنے مطالبات سے آگاہ کیا اور پھر انہیں ایک مراسلہ ارسال کیا تھا کہ وہ قومی اتحاد کی مرکزی کونسل میں ہمارے مطالبات پیش کریں۔ انہوں نے کہا کہ قومی اتحاد نے ہمارے تین مطالبات تسلیم کر لئے ہیں۔ اوّل یہ کہ تعلیمی اداروں میں شیعہ اور سُنّی طلبہ کو اپنی اپنی دینیات پڑھائی جائینگی۔ دوم۔ عزاداری سے متعلق مروجہ قانون کے تحت جو حقوق شیعہ حضرات کو حاصل ہیں، ان میں کسی طرح کی کمی وبیشی نہیں کی جائیگی۔ اور سوم یہ کہ شیعہ سُنی اوقاف بورڈ الگ الگ بنائے جائینگے الخ (نوائے وقت راولپنڈی ۱۴ اگست ۱۹۷۷ء) اور نوائے وقت کا یہی بیان شیعہ ہفت روزہ رضاکار لاہور ۲۴ اگست ۱۹۷۷ء میں بھی شائع ہو چکا ہے۔ علاوہ ازیں مرکزی کونسل کے اس فیصلہ سے پہلے آپ نے ذاتی حیثیت سے بھی یہ مطالبات تسلیم کر لئے تھے چنانچہ ــــ مرکز المسلمین کے صدر مرتضیٰ پویا شیعہ کی طرف سے دیئے گئے استقبالیہ میں آپ کی جو تقریر شائع ہوئی ہے اس میں لکھا ہے کہ :۔ پاکستان قومی اتحاد کے صدر مولینا مفتی محمود نے کہا ہے کہ اتحاد کی مرکزی کونسل شیعہ علماء کے خطوط پر آج غور کریگی اور کل تک اس کا جواب بھیج دیا جائے گا ذاتی طور پر مجھے ان میں پیش کردہ تینوں مطالبات سے اتفاق ہے کونسل بھی منظور کر لے گی۔" (نوائے وقت راولپنڈی ۱۱ اگست ۱۹۷۷ء ہفت روزہ رضاکار لاہور ۲۴ اگست ۱۹۷۷ء۔

شیعہ مطالبات کے سلسلے میں عرض یہ ہے کہ ان مسائل کا تعلق

سیاست سے نہیں مذہب سے ہے۔ اور مذکورہ مطالبات میں سے پہلے دو کی منظوری شرعاً محل اعتراض ہے جس کی وجوہ حسب ذیل ہیں۔

مسئلہ ماتم و تعزیہ

عزاداری سے مراد مروجہ افعال ماتم سینہ کوبی وغیرہ اور جلوس تعزیہ و ذوالجناح ہیں۔

جو اسلامی شریعت کی رو سے بالکل ناجائز ہیں (۱) صحیح بخاری و مسلم دونوں میں یہ حدیث منقول ہے۔
عن عبد اللہ رضی اللہ بن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس منا من ضرب الخدود وشق الجیوب و دعا بدعوی الجاھلیۃ۔
(حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو رخسارے پیٹتا ہے۔ گریبان پھاڑتا ہے اور زمانہ جاہلیت کی طرح پکارتا چلاتا ہے)۔
شارح بخاری حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نوحہ وغیرہ کی احادیث نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ:۔ اخذ ائمتنا من ھذہ الاحادیث تحریم النوح وتعدید محاسن المیت بنحو واکھفاہ مع رفع الصوت والبکاء وتحریم ضرب الخد وشق الجیب ونشر الشعر وحلق ونتفہ وتسوید الوجہ والقاء التراب علی الراس والدعاء بالویل والثبور الخ (بحوالہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد رابع)۔ یعنی ہمارے ائمہ نے ان احادیث سے ثابت کیا ہے کہ نوحہ اور میت کی خوبیاں گنوانا مثلاً بلند آواز سے رو رو کر واکھفاہ کہنا حرام ہے۔ اور رخسارہ پیٹنا۔ گریبان چاک کرنا۔ بال بکھیرنا۔ بال مونڈنا۔ بال اکھاڑنا۔ منہ کالا کرنا۔ سر پر خاک ڈالنا اور ویل اور ہلاکت پکارنا وغیرہ افعال بھی حرام ہیں۔)

علاوہ ازیں شیعہ مذہب کی احادیث سے بھی ان افعال ماتم کی حرمت ثابت ہوتی ہے۔ چنانچہ مشہور شیعہ مفسر مولوی مقبول احمد نے سورۃ الممتحنہ کی آیت وَلَا یَعْصِیْنَکَ فِیْ مَعْرُوْفٍ (جو فتح مکہ کے موقع پر نازل ہوئی تھی) کی تفسیر میں لکھا ہے کہ :- ام حکیم بنت حارث بن ہشام نے جو عکرمہ بن ابی جہل کے نکاح میں تھیں یہ عرض کیا کہ وہ نیکی جس کے بارے میں خدا تعالےٰ نے حکم دیا ہے کہ ہم اس میں آپ کی نافرمانی نہ کریں، وہ کیا ہے۔ فرمایا یہ ہے کہ تم اپنے رخساروں پر طمانچے نہ مارو۔ اپنے منہ نہ نوچو اپنے بال نہ کھولو۔ اپنے گریبان چاک نہ کرو۔ اپنے کپڑے کالے نہ رنگو اور ہائے وائے کر کے نہ رؤو۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہی باتوں پر جو آیت و حدیث میں مذکور ہیں بیعت لینی چاہی" (ترجمہ مقبول مطبوعہ استقلال پریس لاہور بار پنجم تعداد ایک ہزار) اور یہی حدیث مذہب شیعہ کی اصح الکتب فروع کافی جلد دوم اور قدیم ترین تفسیر قمی میں بھی منقول ہے تو جب سنی اور شیعہ دونو کی مستند احادیث سے مذکورہ افعال ماتم کا ممنوع ہونا ثابت ہے تو پھر آپ نے کس شرعی سند کی بناء پر مروجہ ماتم و تعزیہ وغیرہ کی اجازت دیدی ہے ؟ اسلامی حکومت اور نظام مصطفےٰ کے قیام کا مقصد تو یہ ہے کہ شرعی اوامر کی پابندی کرائی جائے اور منکرات شرعیہ سے لوگوں کو بزور اقتدار روکا جائے نہ یہ کہ کسی سیاسی وقتی فائدہ کیلئے ان کی تائید و حمایت کی جائے ؟

۲۔ سابقہ حکومتوں کے دور میں آپ نے خود بھی مروجہ ماتم کے خلاف قرارداد

پاس کی ہیں۔ چنانچہ ایوبی اقتدار کے دور میں متحدہ اسلامی محاذ کے بورڈ کی تشکیل کے لئے آپ نے جو اجلاس جون ۱۹۶۳ء میں بلایا تھا اس کی کارروائی حسب ذیل ہے :۔ حضرت مولینا مفتی محمود صاحب رکن قومی اسمبلی کی دعوت پر مغربی پاکستان کی چھ مذہبی جماعتوں (۱) جمعیت علمائے اسلام (۲) احرار اسلام (۳) تنظیم اہل سنت۔ (۴) مجلس ختم نبوت (۵) انجمن اشاعت توحید وسنت (۶) حزب اللہ کا اجتماع شیرانوالہ دروازہ (لاہور) میں ۱۵-۱۶ ارجون کو زیر صدارت مولینا عبد اللہ درخواستی منعقد ہوا۔ جس میں مختلف جماعتوں کے چند ارکان پر مشتمل ایک بورڈ بنایا گیا۔ بورڈ میں مندرجہ ذیل ممبران شامل کئے گئے :۔ حضرت مولینا مفتی محمود صاحب ممبر قومی اسمبلی۔ حضرت مولینا غلام غوث صاحب ہزاروی ممبر صوبائی اسمبلی۔ محترم جناب شیخ حسام الدین صاحب صدر احرار اسلام۔ محترم آغا عبد الکریم صاحب شورش (حزب اللہ) محترم ماسٹر تاج الدین صاحب انصاری۔ نظامت کے فرائض محترم شیخ حسام الدین صاحب انجام دینگے۔ یہ بورڈ تمام مذہبی جماعتوں کے اسلامی متحدہ محاذ کی تشکیل پر ذمہ دار حضرات سے تبادلہ خیال کریگا۔ اس اجلاس میں شیعہ سُنی فسادات کے بارے میں مندرجہ ذیل تجویز اتفاق رائے سے منظور ہوئی۔

مغربی پاکستان کی مذہبی جماعتوں کے نمائندوں کا یہ نمائندہ اجلاس محرم کے شیعہ سنی ملک گیر فسادات کو انتہائی تشویشناک تصور کرتا ہے اور ان فسادات کے تسلسل کو وطن عزیز کے مستقبل کے لئے زبردست خطرہ قرار دیتا ہے جس سے ہمارے دشمن فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ یہ اجلاس حکومت سے

مطالبہ کرتا ہے کہ ہر سال انسانی جانوں کی ہلاکت سے بچانے اور ملک میں مستقل امن قائم کرنے کی خاطر تمام فرقوں کو سختی سے پابند کیا جائے کہ وہ جلوسوں کو پھرانے کی بجائے اپنی مذہبی رسوم۔ اپنی مساجد۔ امامباڑوں اور اپنے مخصوص علاقوں تک محدود رکھیں۔ جب تک حکومت ایسا مضبوط اور جرأت مندانہ اقدام نہ کرے گی ملک بدامنی کے خطرات سے محفوظ نہیں ہو سکتا

(ہفت روزہ ترجمان اسلام لاہور ۲۱ رجون ۱۹۶۳ء - ۲۸ رمحرم ۱۳۸۳ھ)۔

(۳)۔ انہی ایام میں مولینا عبید اللہ صاحب انور نائب امیر جمعیت علمائے اسلام مغربی پاکستان کی طرف سے ۱۶ صفحات کا ایک پمفلٹ بعنوان "فسادات محرم کے اندوہناک واقعات پر ایک مخلصانہ اور درد مندانہ نظر" شائع ہوا۔ جس میں حکومت سے یہ مطالبہ کیا گیا تھا کہ :- ہر فرقہ کو پابند کیا جائے کہ وہ اپنے مذہبی رسوم اپنی مساجد۔ اپنے امامباڑوں اور اپنی مخصوص آبادی میں ادا کرے۔ اسکو کسی طرح یہ اجازت نہ ہو کہ وہ دوسرے فرقے کی آبادی میں اپنے جلوس نکالے الخ۔ ہم جمعیت علمائے اسلام مغربی پاکستان کی اس تجویز کی قدر کرتے ہیں جو اس نے ۹ رجون ۱۹۶۳ء کو اس نوعیت کی پاس کر کے حکام کو بھیجی ہے۔ ہم اس تجویز کی تائید کرتے ہیں اور حکومت سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ ٹھنڈے دل سے ہماری ان گذارشات پر غور کرے۔ قطعی اور ٹھوس تجاویز کے بغیر عام مسلمان امن یا اتحاد کے خالی نعروں سے تنگ آگئے ہیں۔" (مذکورہ پمفلٹ صـ۱۱)

(۴) بھٹو دور حکومت میں بتاریخ ۳۰ ستمبر ۱۹۷۲ء کراچی میں کوثر نیازی

کمیٹی نے اپنے اجلاس میں جب حکومت کو یہ سفارشی قرارداد پیش کی تھی کہ سرکاری اسکولوں میں سُنی شیعہ مشترکہ نصاب دینیات نافذ کیا جائے تو اس کے خلاف مسلمانانِ اہل السنت والجماعت نے شدید احتجاج کیا تھا اسی سلسلہ میں تحریک خدام اہل سنت کی جدوجہد سے ۴۶ صفحات کی ایک جامع مطبوعہ دستاویز بعنوان "سوادِ اعظم کے ملکی وملی حقوق کے تحفظ کے لئے اہم سُنی مطالبات" سابق وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو کو ارسال کی گئی تھی۔ اس دستاویز پر چاروں صوبوں کے علماء اور زعماء وغیرہ کے دستخط تھے جن میں قومی اسمبلی کے سات علماء ارکان کے بھی دستخط ثبت تھے۔ ان سُنی مطالبات میں پہلا مطالبہ شیعہ نصاب دینیات کے خلاف تھا اور دوسرا مطالبہ ماتمی رسوم سے متعلق یہ تھا کہ شیعہ اقلیتی فرقہ کے ماتمی جلوس پر پابندی لگادی جائے اور ان کے مخصوص مذہبی رسوم وشعائر کی ادائیگی کو ان کے امامباڑوں اور ان کی عبادتگاہوں میں محدود کردیا جائے۔ مروجہ ماتمی جلوس سواد اعظم اہل سنت کے عقیدہ کے تحت ناجائز اور حرام ہیں۔ لہذا اقلیتی فرقہ کو یہ حق نہیں ملنا چاہیے کہ ان کے ایسے مذہبی رسوم ومظاہر جو سُنی سواد اعظم کے نزدیک ناجائز ہیں۔ اہل سنت کے گھروں کے سامنے ان کی مساجد اور ان کے دینی مدارس کے سامنے ان کے گلی کوچوں میں یہ ادا کئے جائیں۔ الخ

جناب مفتی صاحب۔ فرمائیے۔ آپ نے سواد اعظم کے اس ملک گیر مطالبے کو بالکل نظر انداز کرکے شیعہ مطالبات کمیٹی کے مطالبات کو بلا توقف تسلیم

کر لیا ہے۔ یہ اسلامی جمہوریت کی کونسی قسم ہے؟ آپ نے اپنی سابقہ قراردادوں کے خلاف شیعہ مطالبات تسلیم کر لئے ہیں۔ کیا ایوبی اقتدار اور بھٹو حکومت میں یہ جلوس ماتم و تعزیہ شرعاً ناجائز تھے۔ اور اب وہی افعال قومی اتحاد کی متوقع حکومت کے پیش نظر نظامِ مصطفےٰ کے تحت جائز ہو گئے ہیں کیا آپ نے مودودی حکمت عملی کا یہ نظریہ اختیار کر لیا ہے کہ وقتی تقاضوں کے تحت حرام کو حلال اور حلال کو حرام قرار دیا جا سکتا ہے اور توحید و رسالت کے علاوہ اسلام کے دوسرے اصولوں میں تبدیلی کی جا سکتی ہے۔؟

(ملاحظہ ہو ماہنامہ ترجمان القرآن مئی ۱۹۵۸ء بحوالہ دسمبر ۱۹۵۶ء صد ۵۰)۔

ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کی اسی نظریہ حکمت عملی کے اظہار کی بنا پر مولینا امین احسن صاحب اصلاحی نے (جو مودودی جماعت کی ابتدائی تشکیل میں شریک تھے) جماعت سے استعفاء دیدیا تھا اور مودودی صاحب کے مذہب کے متعلق یہ واضح کر دیا تھا کہ:۔ "اس تبدیلی نے انہیں فکری اور عملی دونو اعتبارات سے اس قدر بدل دیا کہ بالآخر آہستہ آہستہ وہ ہر اس سوراخ میں خود گھسے جس سے دوسروں کو نکالنے کے لئے انہوں نے خدائی فوجدار بنکر قلم کا ڈنڈا چلایا تھا۔ جن چیزوں کو انہوں نے پورے زور اور قوت کے ساتھ حرام کہا تھا انکو حلال کہا اور جن اصولوں کو مذہب قرار دیا تھا ان کو خود توڑا۔"

(الفرقان لکھنو مئی ۱۹۵۹ء)

شیعہ نصاب دینیات کا قضیہ

آپ نے بلا تامل جداگانہ شیعہ نصاب دینیات

کا مطالبہ بھی تسلیم کر لیا ہے حالانکہ ۳۰ ستمبر ۱۹۷۲ء کی کوثر نیازی کمیٹی نے جب سنی شیعہ مشترک نصاب دینیات کی تجویز پاس کی تھی تو اسکے ردعمل میں ہی سواد اعظم کی طرف سے سنی مطالبات پیش کئے گئے تھے۔ جنمیں مطالبہ نمبر ایک شیعہ نصاب کے متعلق ہی تھا۔ اس سنی دستاویز میں یہ مطالبہ تھا کہ :۔ (ا) سرکاری یا نیم سرکاری تعلیمی اداروں کے نصاب دینیات میں صرف سُنّی عقائد و احکام پر مشتمل دینیات کی تعلیم نافذ کی جائے جو بحیثیت اکثریت ان کا اسلامی اور جمہوری حق ہے اور جو دوسرے جمہوری ممالک کے مروجہ دساتیر اور تعامل سے بھی ظاہر ہے۔ ——— اور خصوصًا اپنے پڑوسی ملک ایران کے نصاب تعلیم کی مثال بھی ہمارے لئے زبردست حجت ہے کیونکہ وہاں حکومت کی طرف سے سرکاری تعلیمی اداروں میں صرف فرقہ اثنا عشریہ کی دینیات کی تعلیم کا انتظام ہے۔ سُنّی دینیات کو نصاب تعلیم میں شامل نہیں کیا جاتا۔ لہذا پاکستان کے تعلیمی نصاب میں بھی صرف سُنّی اکثریت کی دینیات کا نفاذ ہونا چاہیے نہ یہ کہ شیعہ اقلیت کو سنّی اکثریت کے مساوی درجہ دے دیا جائے۔ ———

(ب) سنّی شیعہ مشترکہ نصاب ہو یا جداگانہ، اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ سرکاری تعلیمی اداروں میں متضاد و متخالف عقائد و نظریات کی تعلیم کی بنا پر سنّی و شیعہ طلبہ میں مباحث کا سلسلہ شروع ہو جائیگا جس سے اساتذہ بھی متاثر ہونگے اور تعلیمی انتظام میں انتشار پیدا ہو کر فرقہ وارانہ فساد و منافرت کا باعث بن جائیگا۔

(مثلاً) اگر شیعہ اقلیتی فرقہ کی دینیات کو کسی صورت میں بھی داخل نصاب ہونے کا حق دیا جائے تو اسکے بعد مرزائی عیسائی اور ہنود تک مذہبی اقلیتوں کو بھی ان کی دینیات کو داخل نصاب کرنے کا حق دینا پڑے گا جس کی وجہ سے خود حکومت سخت مشکلات میں مبتلا ہو جائیگی الخ۔

مذکورہ مطبوعہ سنی مطالبات کی دستاویز پر تقریباً ایک ہزار علماء و فضلاء کے دستخط ہیں۔ جن میں حسب ذیل قومی اسمبلی کے سات علماء ارکان ہیں (۱) مولینا عبدالحق صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک (پشاور)۔ (۲) مولینا غلام غوث صاحب ہزاروی (جمعیت علمائے اسلام)۔ (۳) مولینا شاہ احمد صاحب نورانی (صدر جمعیت علمائے پاکستان (۴) مولینا عبدالحکیم صاحب (جمعیت علمائے اسلام راولپنڈی)۔ (۵) مولینا صدرالشہید صاحب (جمعیت علمائے اسلام بنوں)۔ (۶) مولینا نعمت اللہ صاحب (جمعیت علمائے اسلام کوہاٹ)۔ (۷) مولینا عبدالحق صاحب (جمعیت علمائے اسلام بلوچستان) ان کے علاوہ حسب ذیل مذہبی جماعتوں کے سربراہوں اور ذمہ دار حضرات کے دستخط بھی اس دستاویز پر ثبت ہیں:۔ تحریک خدام اہل سنت تنظیم اہل سنت (صدر مولینا عبدالستار صاحب تونسوی)۔ جمعیت علمائے اسلام۔ جمعیت علمائے پاکستان، مجلس تحفظ ختم نبوت۔ مجلس احرار اسلام انجمن تحفظ حقوق اہل سنت۔ پاکستان سنی پارٹی۔ جمعیت اہل حدیث وغیرہ

(۲) حضرت مولینا محمد یوسف صاحب بنوری شیخ الحدیث کراچی و صدر مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان نے شیعہ نصاب دینیات کی تجویز کے

خلاف یہ لکھا تھا کہ :۔ ان دنوں سرکاری مدارس میں شیعہ حضرات کے لئے نصاب کی علیحدگی کی جو تجویز زیر غور ہے وہ سراسر سیاسی مصالح کیخلاف ہے۔ شیعہ حضرات کو اس مطالبہ سے پہلے اپنا موقف متعین کرنا چاہیے۔ اگر ان کا خیال ہے کہ چونکہ وہ حضرات شیخین ابوبکر صدیق رضؓ اور عمر فاروق رضؓ کی تکفیر پر متفق ہیں۔ وہ تمام صحابہ کو باستثناء تین یا پانچ کافر سمجھتے ہیں ـــــ وہ متعہ کو جزو ایمان سمجھتے ہیں۔ وہ تقیہ کو مدار اسلام خیال کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ اس لئے ان معروف عقائد کے ہوتے ہوئے ان کو مسلمان نہ سمجھا جائے تو بہت پہلے سے اس کی ضرورت تھی کہ وہ اس قسم کا اعلان کرتے تاکہ موجودہ اہل تشیع کو اسلامی فرقہ نہ سمجھا جاتا اور ان کو ایک مستقل اقلیت شمار کیا جاتا ـــــ اس تجویز سے منافرت اور بڑھ جائے گی۔ اختلافات زیادہ ہو جائینگے۔ ہو سکتا ہے کہ یہ اختلافات ایسی صورت اختیار کرلیں کہ حکومت کے لئے ہمیشہ کا دردسر ثابت ہوں۔ بہرحال جہاں اتحاد و اتفاق کی ضرورت ہے وہاں اشتعال و افتراق کو پیدا کرنا یہ کہاں کی سیاست ہے۔ دراصل اس قسم کی تمام تجویزیں اور مصلحتیں صاف و صریح اس امر کی دلیل ہیں کہ حکومت کا سرکاری مذہب اسلام نہیں بلکہ وہ عملاً غیر مذہبی حکومت ہے۔ ـــ بہرحال کہنا یہ ہے کہ علیحدگی نصاب کی تجویز اس کے مترادف ہے کہ فرقہ شیعہ مسلمانوں کا فرقہ نہیں اور اس تجویز سے جو مفاسد پیدا ہونگے اس کے عواقب و نتائج خطرناک نکلینگے۔ (ماہنامہ میثاق رمضان المبارک ۱۳۹۲ھ)۔

(۳) ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک جمعیت علمائے اسلام کا نقیب ہے۔ اس میں مولینا سمیع الحق صاحب ایڈیٹر الحق نے شیعہ نصاب دینیات کی تجویز کے خلاف ایک مفصل مضمون لکھا تھا جو بعد میں پمفلٹ کی صورت میں بھی شائع کر دیا گیا تھا۔ اور بعض اور علماء کے بھی تردیدی مضامین شائع ہوئے

(۴) باوجود سوادِ اعظم کے ملک گیر احتجاجات کے بھٹو حکومت نے ۱۹۷۴ء میں شیعہ نصاب دینیات نافذ کرنے کا اعلان کر دیا تھا۔ چنانچہ ۱۳ اکتوبر ۱۹۷۴ء کو لاہور میں ایک اجلاس منعقد ہوا جس میں حکومت کی طرف سے وزیر تعلیم مسٹر عبدالحفیظ پیرزادہ اور وزیر تجارت مسٹر رفیع رضاء اور حسب ذیل شیعہ تنظیموں کے ۱۶ نمائندے شریک ہوئے۔ (۱) شیعہ مطالبات کمیٹی (۲) مجلس عمل علمائے شیعہ (۳) شیعہ کانفرنس (۴) ادارہ تحفظ حقوق شیعہ۔ ان شیعہ زعماء میں نواب مظفر علی قزلباش۔ سید جمیل حسین رضوی۔ مرزا علامہ یوسف حسین۔ مولوی نجم الحسن کراروی۔ مولوی اظہر حسین زیدی اور مسٹر مظفر علی شمسی بھی تھے۔

وزیر اعظم کا اعلان مسرت

مذکورہ اجلاس میں پیرزادہ عبدالحفیظ نے شیعہ مطالبۂ نصاب تسلیم کر لیا۔ اور اسکے بعد کوئٹہ میں وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو کا یہ اعلان پڑھ کر سنایا کہ :۔ مجھے خوشی ہے کہ آج صبح لاہور میں شیعہ فرقہ کے علماء دلیڈروں اور مسٹر عبدالحفیظ پیرزادہ اور رفیع رضا پر مشتمل دو رکنی کمیٹی کے اجلاس میں تعلیمی اداروں میں اسلامیات کے نصاب کی تعلیم کا سوال

متفقہ طور پر طے کر لیا گیا ہے۔ یہ تصفیہ ان سفارشات کی بنا پر ہوا ہے
جو شیعہ اور سنی علماء کی مشترکہ کمیٹی نے ماضی میں کی تھیں۔ یہ سوال کئی
برسوں سے شیعہ فرقہ کے ذہن کو پریشان کر رہا تھا۔ اس لئے عوامی
حکومت ماضی سے ورثے میں ملے ہوئے مسائل کو حل کرنے اور ملک کو
وسیع تر قومی یگانگت اور یکجہتی کی راہ پر گامزن کرنے کی جو کوششیں کیجا
رہی ہیں یہ اس کی ایک اور مثال ہے۔ الخ۔ (روزنامہ جنگ ۱۴ اکتوبر
۱۹۷۴ء۔ نوائے وقت لاہور ۱۴ اکتوبر۔ نوائے وقت راولپنڈی ۱۵ اکتوبر
روزنامہ مساوات لاہور ۱۵ اکتوبر۔ ہفت روزہ شیعہ لاہور ۲۴ اکتوبر
ہفت روزہ رضاکار لاہور ۱۶ اکتوبر ۱۹۷۴ء) نصاب دینیات منظور
ہونے کے بعد شیعہ اخبارات میں یہ شائع ہوا کہ: شیعہ عوام کے سامنے
جھک کر عوامی حکومت نے اپنا وقار بحال کر لیا: (ہفت روزہ رضاکار
لاہور ۲۴ اکتوبر ۱۹۷۴ء) حکومت آخر کار شیعہ قوم کے سامنے جھک گئی"
(ہفت روزہ شیعہ لاہور یکم نومبر ۱۹۷۴ء)

بھٹو حکومت کے اس غیر منصفانہ فیصلہ کے بعد سوادِ اعظم اہل سنت کی
طرف سے شدید احتجاج ہوا۔ تحریک خدام اہل سنت نے ایک پمفلٹ
بعنوان: شیعہ دینیات کے مسئلہ میں سواد اعظم اہل سنت کے خلاف
ایک غیر منصفانہ فیصلہ" سارے ملک میں پھیلا دیا۔ اور اسی پمفلٹ میں
قرار داد مذمت بھی شائع کر دی گئی جو ہزارہا سنی مسلمانوں کے دستخطوں سے
سے وزیر اعظم بھٹو کو اطراف ملک سے ارسال کی گئی۔ احتجاجی تار دل

کے ذریعہ بھی حکومت کو متنبہ کیا گیا لیکن مسٹر بھٹو نے سوادِ اعظم کے احتجاج کو بالکل نظرانداز کر دیا۔

(۵) شیعہ دینیات کا نصاب جب محکمہ تعلیم کی طرف سے چاروں صوبوں میں نافذ کر دیا گیا تو اسلامیات لازمی برائے جماعت نہم و دہم کے لئے کتاب "رہنمائے اساتذہ" کے حصہ شیعہ میں حسب ذیل کلمات کے ساتھ کلمہ اسلام درج کیا گیا:- لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ عَلِیٌّ وَلِیُّ اللّٰہِ وَصِیُّ رَسُوْلِ اللّٰہِ وَخَلِیْفَتُہٗ بِلَا فَصْلٍ۔ اس کلمہ کی جو تشریح شیعہ مصنفین نے کی تھی اس سے یہ لازم آتا تھا کہ جو شخص یہ کلمہ نہیں مانتا وہ نہ مومن ہے نہ مسلم۔ اس کے خلاف ملک گیر احتجاج ہوا۔ سوادِ اعظم کو شیعہ نصاب دینیات کا نتیجہ معلوم ہو گیا۔

شیعوں کا مندرجہ کلمہ اور اس کی تشریح سے چونکہ یہ لازم آتا تھا کہ سوائے شیعہ قلیل فرقہ کے باقی سب ملت اسلامیہ کافر ہے۔ اس لئے بھٹو حکومت نے جدید رہنمائے اساتذہ میں شیعہ کلمۂ اسلام میں کچھ ترمیم کر دی لیکن اس سے بھی اصلی کلمۂ اسلام کا تحفظ نہیں ہو سکا۔ رہنمائے اساتذہ میں شیعہ کلمۂ اسلام کے خلاف تحریک خدام اہل سنت نے ایک پمفلٹ بعنوان "پاکستان میں کلمۂ اسلام کی تبدیلی کی ایک خطرناک سازش"۔ لاکھوں کی تعداد میں شائع کر کے حقیقت حال سے عامۃ المسلمین کو آگاہ کر دیا۔

(۶) چونکہ شیعہ نصاب دینیات سواد اعظم اہل سنت کیلئے اشتعال انگیز

ثابت ہوتا تھا جس سے شیعہ علماء بھی پریشان ہو گئے۔ اس لئے
اپنی تائید حاصل کرنے کے لئے شیعہ مطالبات کمیٹی دریا خان ضلع
میانوالی کے سیکرٹری شاہد حسین زیدی نے ایک سوالنامہ خصوصیت سے
آپ (مولینا مفتی محمود صاحب) کی طرف اور بانی جماعت اسلامی ابوالاعلیٰ
مودودی صاحب کی طرف بھیجا پھر آپ کے اور مودودی صاحب کے جوابات
شیعہ رسائل میں شائع کر دیئے گئے۔ شیعہ نصاب کے متعلق آپ نے جو جواب
سکرٹری مذکور کو ارسال کیا وہ حسب ذیل ہے۔ شیعہ سنی نصاب دینیات
کی علیحدگی سے یہ تاثر پیدا ہو گا کہ شیعہ سنی لوگوں کے اسلامیات اور
دینیات الگ ہیں گویا ان کا دین الگ الگ ہے۔ جب بچپن میں دین
پڑھانے کے لئے شیعہ بچوں کو الگ اور سنی بچوں کو الگ بٹھایا جائیگا
تو بچوں کے صاف ستھرے ذہن میں یہ نقوش کندہ ہونگے کہ ان کا دین
الگ ہے۔ یہ تصور پورے ملک میں ایک دینی خلفشار کا سبب بنیگا۔ اور
آنے والی نسلوں میں امت کے اندر ایسی تفریق پیدا ہو گی جس سے
ملک وملت کی وحدت۔ یگانگت تباہ ہو کر رہ جائے گی اور ملک ایک
شدید انتشار کا شکار ہو جائیگا۔ نصاب کی علیحدگی کا مطالبہ کرنے والے
اور پھر مطالبہ تسلیم کرنیوالے اس کے واحد ذمہ دار ہونگے۔ (ماہنامہ پیام عمل لاہور جولائی سنہ ۱۹۷۶)

(ب) مدنی جامع مسجد چکوال کی گلی میں سے گذرنے والے جہلم کے ماتمی جلوس ۱۳۹۵ھ کے
موقعہ پر شیعہ سنی تصادم ہو گیا تھا جسمیں مجھے اور جماعتی خدام کو دفعہ ۳۰۷ کے تحت گرفتار
کر لیا گیا تھا۔ جس کے خلاف آپ کا حسب ذیل بیان شائع ہوا تھا۔ قائد جمعیت مولینا

مفتی محمود نے کہا کہ حکومت نے شیعہ سنّی نصاب کو علیحدہ کر کے دو فرقوں میں منافرت پیدا کی ہے۔ نصاب کی علیحدگی سے اسکول کے بچے الگ الگ کلاسوں میں اٹھ اٹھ کر جائینگے جس سے منافرت پیدا ہوگی۔ اس کے نتیجہ میں جلسہ اور جلوسوں میں بھی تبرّا ہوگا جس سے اہل سنّت کے دل مجروح ہونگے اور کشیدگی بڑھے گی۔ چکوال کی مدنی مسجد کے سامنے حکومت کی شہ پر شیعوں نے تبرا کیا جس سے سنیوں کا اشتعال میں آنا لازمی امر تھا۔ مفتی صاحب نے خدام اہل سنت کے سربراہ قاضی مظہر حسین اور انکے ساتھیوں کی گرفتاری کی مذمت کی اور حکومت سے مطالبہ کیا کہ وہ قاضی صاحب اور ان کے ساتھیوں کو فوراً رہا کرکے اس منافرت کو وسیع ہونے سے بچائے اس میں ملک و قوم کا مفاد ہے۔

(ہفت روزہ ترجمان اسلام لاہور ۱۴ / مارچ ۱۹۷۵ء)۔

حضرت مفتی صاحب۔ فرمائیے۔ ۱۹۷۵ء اور ۱۹۷۶ء میں تو شیعہ نصاب دینیات کے متعلق آپ کا بیان یہ تھا کہ اس سے ملک میں سنّی شیعہ افتراق و انتشار بڑھ جائیگا اور اس سے یہ لازم آئیگا کہ سنّی اور شیعہ دونوں کے دین الگ الگ ہیں۔ ملک ایک شدید انتشار کا شکار ہوجائیگا اور نصاب کی علیحدگی کا مطالبہ کرنیوالے اور پھر مطالبہ تسلیم کرنیوالے اس کے واحد ذمہ دار ہونگے اور بقول حضرت مولینا محمد یوسف صاحب بنوریؒ شیعہ نصاب کی علیحدگی اس بات کا بین ثبوت ہے کہ:۔ حکومت کا سرکاری مذہب اسلام نہیں بلکہ وہ عملاً غیر مذہبی حکومت ہے۔" تو کیا

آپ کی قیادت میں قومی اتحاد کی طرف سے جداگانہ شیعہ نصاب دینیات کا تسلیم کر لینا اس امر کی دلیل نہیں ہے کہ سُنّی اور شیعہ دونو کے دین الگ الگ ہیں اور قومی اتحاد کی متوقع حکومت عملاً ایک غیر مذہبی حکومت ہو گی۔ اور آپ قومی اتحاد کے ذریعہ ملک کو شدید انتشار کا شکار بنانا چاہتے ہیں۔ ایک سال کے بعد شیعہ نصاب دینیات کے متعلق آپ کے سابقہ شرعی فیصلہ میں اچانک یہ تبدیلی کیونکر واقع ہو گئی ہے کیا بھٹو حکومت اور آپ کی متوقع حکومت میں شیعہ نصاب کے بارے میں کوئی فرق پایا جاتا ہے؟ کیا سوادِ اعظم اہل السنت والجماعت کے سابقہ عمومی مطالبے کو مسترد کر کے آپ نے بھٹو کی افتراق انگیز پالیسی کی پیروی نہیں کی؟ شیعہ نصاب دینیات کے بارے میں آپ کے ماضی اور حال میں یہ کھُلا تضاد کیوں پایا جاتا ہے؟ کیا آپ نے علمائے حق کے شاندار ماضی کو نظر انداز کر کے مودودی حکمتِ عملی کو مکمل طور پر اپنا لیا ہے۔ کیونکہ دریا خان ضلع میانوالی کے شیعہ سیکرٹری کے سوالنامے کے جواب میں آپ نے تو شیعہ نصاب کی علیحدگی کی مخالفت کی تھی لیکن ابوالاعلیٰ مودودی صاحب نے اس کے جواب میں بایں الفاظ اس کی تائید کی تھی :- کہ شیعہ حضرات اپنا دینیاتی نصاب الگ مقرر کر سکتے ہیں"

(ماہنامہ پیام عمل لاہور جولائی ۱۹۷۶ء صہ ۲۸)

مسئلہ امامت و خلافت

قطع نظر دوسرے مفاسد اور مضرات کے اگر آپ صرف شیعہ عقیدہ امامت

کو ملحوظ رکھتے تو شرعاً آپ کے لئے شیعہ نصاب دینیات منظور کرنے کی بالکل گنجائش نہ تھی۔ کیونکہ شیعہ مذہب میں عقیدۂ امامت توحید و رسالت کی طرح اصول دین میں سے ہے۔ چنانچہ بھٹو حکومت کی منظوری کے تحت اسلامیات لازمی برلئے جماعت نہم و دہم کے شیعہ حصہ باب اوّل صد۴۶ میں اصول دین کے عنوان کے تحت لکھا ہے کہ :۔ دین کی جڑیں پانچ ہیں۔ توحید۔ عدل۔ نبوت۔ امامت۔ قیامت اور بعد ازاں عقیدہ امامت کی تشریح میں یہ لکھا ہے کہ :۔ خداوند عالم ہر نبی کے بعد ان کے قائم مقام مقرر فرماتا رہا ہے تاکہ ان کے بعد ان کی شریعت کی حفاظت اور ان کی امت میں تبلیغ کا سلسلہ جاری رکھیں۔ وہ سب اپنے نبی کی طرح معصوم۔ ہر عیب سے پاک۔ سب اہل زمانہ سے بہتر اور خدا اور رسول کے بڑھائے ہوئے اور منتخب کئے ہوئے تھے۔ خدا نے کبھی کوئی زمانہ اپنی حجت سے خالی نہیں رکھا لیکن ان پیغمبروں کے دین محدود زمانے کے لئے تھے ہمارے نبی کا دین قیامت تک رہیگا۔ اس لئے باب نبوت بند ہونے کے بعد اگر آپ کی نیابت میں سلسلۂ امامت قائم نہ رہتا تو اوّلاً یہ سنت الہٰی کے خلاف ہوتا۔ ثانیاً جبکہ دنیا آباد ہے اور قیامت تک آباد رہے گی۔ ہدایت کی ضرورت ہے اور رہیگی۔ مخلوق کی گمراہی کا اندیشہ ہے اور رہے گا۔ اسکے باوجود اللہ تعالیٰ دین محمدی جاری رکھنے کے لئے حضور کی نیابت میں سلسلۂ امامت جاری نہ رکھتا تو عدل خداوندی کے خلاف ہوتا۔ اس لئے اللہ تعالےٰ نے یکے بعد دیگرے آپ کے بعد

بارہ امام اسی طرح مقرر فرمائے جیسے پچھلے پیغمبروں کے نائب مقرر کئے۔ یہ ائمہ عالم نور میں آپ کے ساتھ رہے اور عرش عظیم پر ان کے نام مرقوم ہیں۔ پہلا امام حضرت علی کو بنایا۔ جو آپ کے چچازاد۔ پروردہ شاگرد اور داماد ہیں۔ جیسے حضرت موسیٰ کے نائب حضرت ہارون تھے اور گیارہ امام آپ کی اولاد سے ہیں جیسے حضرت ابراہیم کے نائب انکی اولاد سے ہوتے رہے الخ (صفحہ ۴۹/۵)۔

عقیدہ امامت کی مذکورہ تشریح سے یہ لازم آتا ہے کہ توحید و رسالت کے منکر کی طرح امامت کا منکر بھی دائرہ اسلام سے خارج اور کافر ہے۔

(۱) چنانچہ شیعہ مذہب کی اصح الکتب میں اس کے متعلق واضح احادیث منقول ہیں۔ مثلاً لا یکون العبد مومنا حتی یعرف اللہ و رسولہ والائمۃ کلھم و امام زمانہ۔ (امام محمد باقر علیہ السلام یا امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا:۔ کوئی بندہ مؤمن نہیں ہو سکتا جب تک اللہ اور اسکے رسول اور تمام ائمہ کو نہ پہچانے اور اپنے امام زمانہ کو بھی"۔ (شافی ترجمہ اصول کافی جلد اول کتاب الحجہ صفحہ ۲۰۵ از ادیب اعظم مولانا ظفر حسن صاحب امروہوی)

(۲) من عرفنا کان مومنا و من انکرنا کان کافرا:۔ امام جعفر صادق نے فرمایا جس نے ہمکو پہچانا وہ مومن ہے اور جس نے انکار کیا وہ کافر ہے"۔ (شافی ترجمہ اصول کافی جلد اول صفحہ ۲۱۵)

(۳) ابن بابویہ قمی المعروف بہ شیخ صدوق مؤلف من لا یحضرہ الفقیہ

متوفی ۱۸۳ھ (جن کے متعلق شیعہ علماء کا یہ اعتقاد ہے کہ وہ امام غائب حضرت مہدی کی دعاء سے پیدا ہوئے ہیں) اپنے رسالہ اعتقادیہ میں لکھتے ہیں:۔ قال النبی من جحد علیاً امامتہ بعدی فقد جحد نبوتی ومن جحد نبوتی فقد جحد اللہ ربوبیتہ (نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے میرے بعد حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی امامت کا انکار کردیا اس نے گویا میری نبوت ورسالت کا انکار کیا اور جس نے میری نبوت ورسالت کا انکار کردیا اس نے خدا کی ربوبیت کا انکار کردیا۔" (بحوالہ احسن الفوائد فی شرح العقائد مترجم صفحہ ۴۵۲)۔

(۴) شیعہ فقہ جعفری کی مشہور عام کتاب تحفۃ العوام میں اصول دین کے تحت لکھا ہے کہ وہ پانچ ہیں توحید اور عدل اور نبوت اور امامت اور قیامت۔ اور امامت کی تشریح میں لکھا ہے:۔ کہ جاننا چاہیے کہ انبیاء کی طرح امام بھی مخصوص من اللہ ہیں یعنی خدا کی جانب سے مقرر ہوئے ہیں پس بعد جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بے فاصلہ جناب علی بن ابی طالب علیہ السلام بحکم خدا وصی اور جانشین ہوئے اوپر تمام مخلوقات کے۔" (تحفۃ العوام جلد اول باب اول مطبوعہ لکھنؤ)۔

(۵) یہ بھی ملحوظ رہے کہ شیعہ مذہب میں بارہ امام اللہ تعالیٰ کی طرف سے مثل انبیاء علیہم السلام کے معصوم اور نامزد ہی نہیں ہیں بلکہ وہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ۔ حضرت موسیٰ کلیم اللہ اور حضرت عیسیٰ روح اللہ وغیرہ تمام انبیاء سابقین سے افضل بھی ہیں۔ چنانچہ اصول کافی میں ہے۔ عن ابی عبداللہ

علیہ السلام قال ما جاء بہ علی علیہ السلام اخذ بہ وما نہی عنہ انتہی عنہ جری لہ من الفضل مثل ما جری لمحمد ولمحمد الفضل علی جمیع من خلق اللہ (امام جعفر صادق نے فرمایا کہ جو علی علیہ السلام نے فرمایا اس کو لو اور جس سے منع کیا اس سے باز رہو۔ فضیلت کا یہ وہی طریقہ ہے جو حضرت رسول خدا کے لئے تمام مخلوق پر تھا" (شافی ترجمہ اصول کافی صہ ۲۲۵)

(۶) شیعہ علماء اپنے بچوں کی دینیات میں بھی امامت کے منکر کو کافر لکھتے رہے ہیں۔ چنانچہ شیعہ اثنا عشری دینیات کی پہلی کتاب صہ ۱۶ مطبوعہ ۱۹۲۷ء مُقدمہ شیعہ مجتہد علامہ حائری لاہوری میں اصول دین کے تحت لکھا ہے کہ :۔ جو خدا کو وحدہ لاشریک اور عادل نہ جانے۔ محمد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا نبی نہ سمجھے۔ بارہ اماموں کی امامت کا قائل نہ ہو اور قیامت کا اعتقاد نہ رکھتا ہو وہ کافر ہے مسلمان نہیں"۔

نعرۂ حیدری کی گونج میں آپ کی تقریر

کتب شیعہ کی مندرجہ عبارات کے بعد

کوئی اہل عقل وانصاف شخص اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا کہ عقیدۂ امامت کی بناء پر ملت اسلامیہ سے شیعہ فرقہ کا اختلاف بنیادی اور اصولی ہے۔ ان کے ہاں منصب امامت منصب نبوت سے افضل ہے جس طرح رسالت ونبوت کا منکر کافر ہے اسی طرح ان کے عقیدۂ امامت کا منکر بھی کافر ہے لیکن شیعہ علماء چونکہ تقیہ کو بھی مدار دین قرار

دیتے ہیں، اور حسب احادیث اصول کافی دین کے نو حصے تقیہ میں ہیں۔
اور تقیہ اتنی اہم عبادت ہے کہ سابقہ ادوار میں شیعہ علمار بظاہر سنی
علمار کے روپ میں اپنا کام کرتے رہے ہیں۔ چنانچہ شیعوں کے شہید
ثالث قاضی نور اللہ شوستری خود یہ عجیب و غریب انکشاف کرتے ہیں
کہ حضرت امیر المومنین کی خلافت کے زمانے سے لیکر سلاطین صفویہ
کے ظہور سلطنت تک اہل تشیع میں بلائے تقیہ کا ایسا زور رہا کہ اپنے مذہب
کو بالکل ظاہر نہیں کر سکتے تھے اور نہ اپنے اصول و فروع کی ترویج ہی
ممکن تھی بلکہ علمار و فقہائے معتزلہ و اشاعرہ کے اصول و فروع پر ظاہر
میں عمل رہا کرتا تھا۔ علمائے شیعہ بہ سبب سالہا سال محروم اہل
شقار ہنے کے گوشۂ تقیہ میں چھپے رہتے تھے اور اپنے کو شافعی یا
یا حنفی ظاہر فرماتے تھے۔ اس لئے اپنے اکابر کے حالات نہ لکھ سکے۔
بلکہ شہرت دینا کیسا ؟ (مجالس المومنین مترجم ص۳)۔

تقیہ کا تازہ نمونہ

ہفت روزہ اسلامی جمہوریہ لاہور ۱۵ تا ۲۱ اگست ۱۹۷۰ء میں بعنوان "نعرۂ حیدری کی گونج
میں مفتی محمود کا خطاب" لکھا ہے کہ: قومی اتحاد کے اعزاز میں
استقبالیئے اور عشائیے بھی زوروں پر رہے۔ برانڈرتھ روڈ کے تاجروں نے
تو لاہور سے ۱۲½ میل دور خوبصورت عشائیے کا اہتمام کیا اور جنگل
میں منگل کا سماں دکھا دیا۔ ہوٹل فلیٹیز میں تابڑ توڑ استقبالیئے ہوئے
مرکز المسلمین کی طرف سے آقا مرتضیٰ پویا نے افتتاح کیا اور یہ افتتاح اتنا

زوردار تھا کہ نعرۂ حیدری یا علی کے نعروں نے کفر و الحاد کے قلعہ ہائے خیبر ہلا ڈالے۔ یہاں مفتی جعفر حسین مجتہد جیسے نیک نفس عالم بھی آئے اور اعلان کیا کہ ائمہ اربعہ میں جتنا کچھ اختلاف پایا جاتا ہے اتنا ہی شیعوں اور سنیوں میں پایا جاتا ہے اس سے بڑھ کر کوئی اختلاف نہیں۔"

جناب مفتی صاحب فرمائیے۔ کیا مفتی جعفر صاحب نے یہ صحیح کہا تھا کہ سنی و شیعہ اختلاف اتنا ہی ہے جتنا کہ ائمہ اربعہ یعنی امام اعظم حضرت ابوحنیفہؒ۔ امام شافعیؒ۔ امام مالکؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کے مابین فروعی اجتہادی اختلاف ہے۔ شیعہ مجتہد نے تو اس موقعہ پر بھی تقیہ جیسی افضل عبادت کا ثواب حاصل کر لیا ہے حالانکہ اب سواد اعظم اہل سنت کی طرف سے زبردستی اور جبر کا تو تصور ہی نہیں ہے جبکہ آپ جیسے عالم دین اور شیخ الحدیث ان کی دعوتوں میں شریک ہو رہے ہیں ماشاء اللہ۔ آپ کی تقریر بھی نعرہ حیدری کی گونج میں ہو رہی ہے۔ شیعوں نے اپنا عقیدہ امامت نعرہ حیدری کی گونج میں آپ تک پہنچا دیا ہے اور آپ بھی جوابی تقریر میں فرما رہے ہیں کہ "شیعہ اتنے ہی مسلمان ہیں جتنے ہم" چنانچہ اسلامی جمہوریہ میں لکھا ہے کہ: مولینا مفتی محمود تقریر کرنے اٹھے تو چہرے پر مسرت کی حکمرانی تھی۔ وہ خوش تھے کہ شیعہ علماء نے قومی اتحاد کے ساتھ وابستگی کا اعلان کیا۔ انہوں نے کہا۔ شیعہ اتنے ہی مسلمان ہیں جتنے ہم۔ ان کے فرقہ وارانہ

حقوق کی مکمل نگہبانی ہمارا فرض ہے۔" مولانا مفتی محمود کو شیعہ علماء کی نمائندہ تنظیم مرکز المسلمین کی طرف سے مطالبات بھی پیش کئے گئے جن سے انہوں نے اصولی اتفاق کا اعلان وہیں کر دیا۔ بعد میں پاکستان قومی اتحاد کی مرکزی کونسل نے اپنے رات کے اجلاس میں ان کی منظوری دیدی۔ ان مطالبات میں :۔ شیعہ اوقاف کا انتظام شیعہ حضرات کو واپس کرنا۔ عزاداری پر کوئی پابندی عائد نہ کرنا اور شیعہ حضرات سے متعلق فیصلے فقہ جعفریہ کی روشنی میں کرنا شامل ہیں۔ (ایضاً ہفت روزہ اسلامی جمہوریہ صہ ۶)

فرمائیے مفتی جعفر صاحب نے تو اپنے مذہب کی بناء پر تقیہ سے کام لیا لیکن آپ نے کس مذہب کی بناء پر یہ فرمایا کہ : شیعہ اتنے ہی مسلمان ہیں جتنے ہم ؟ کیا آپ کے نزدیک شیعہ خلفائے ثلثہ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ حضرت عمر فاروق رضؓ اور حضرت عثمان رضؓ ذوالنورین کو بھی اتنا ہی مومن مسلمان مانتے ہیں جتنا وہ حضرت علی المرتضیٰ وغیرہ' بارہ اماموں کو مانتے ہیں ؟ اور اگر سنی و شیعہ ایک مرتبہ کے مسلمان ہیں تو پھر شیعہ جداگانہ نصاب دینیات کا کیوں مطالبہ کرتے ہیں۔ ؟ اور کیا آپ کے نزدیک شیعہ حضرت عائشہ رضؓ صدیقہ کو بھی اتنی ہی مسلمان سمجھتے ہیں جتنی وہ حضرت فاطمۃ الزہراء کو مانتے ہیں ؟ کیا آپ کے نزدیک خلافت راشدہ کا منکر بھی اتنا ہی مسلمان ہے جتنا کہ خلافت راشدہ کا معتقد ہے ؟ علاوہ ازیں شیعوں کا ایک عقیدہ رجعت کا بھی ہے چنانچہ تحفۃ العوام جلد

اول صہ۶ پر ہے :۔ اور ایمان لانا رجعت پر بھی واجب ہے ۔ یعنی جناب صاحب الامر (یعنی امام مہدی) علیہ السلام ظہور اور خروج فرمائیں گے اس وقت مومن خاص اور کافر و منافق مخصوص سب زندہ ہوں گے۔ عالم کو پُر از عدل داد دینگے ۔ ہر ایک اپنی داد و انصاف کو پہنچے گا اور ظالم سزا پائینگے (ب) شیعوں کے رئیس المحدثین علامہ باقر مجلسی لکھتے ہیں :۔

شیخ ابن بابویہ در کتاب" من لایحضرہ الفقیہ" روایت کردہ است از حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کہ از ما نیست کسیکہ ایمان برجعت ماند اشتہ باشد و متعہ حلال نداند" (حق الیقین طبع جدید طہران صہ۳۳۶) یعنی امام جعفر صادق نے فرمایا کہ جو شخص رجعت پر ایمان نہیں رکھتا اور متعہ کو حلال نہیں جانتا وہ ہم میں سے نہیں ہے ۔" یہاں یہ بھی ملحوظ رہے کہ رجعت یعنی انبیاء و ائمہ اور ان کے دشمنوں کا دوبارہ زندہ ہونا قیامت سے پہلے پہلے ہوگا اور امام مہدی دشمنانِ ائمہ اور ظالمین کو سزا دیں گے حتیٰ کہ حق الیقین میں لکھا ہے کہ :۔ ابن بابویہ در علل الشرائع روایت کردہ است از حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کہ چوں قائم ظاہر شود۔ عائشہ را زندہ کند تا بر او حد زند الخ (ایضاً حق الیقین صہ۳۴۷) یعنی جب امام مہدی ظاہر ہونگے ، عائشہ رضہ کو زندہ کر کے ان پر حد جاری کرینگے" العیاذ باللہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

عقیدہ متعہ ۔ اور یہی علامہ باقر مجلسی اپنے رسالہ متعہ میں لکھتے ہیں حضرت رسول کریم نے فرمایا اے علی ! مومنین و مومنات

کو رغبت دلانی چاہیے کہ جب تک وہ متعہ نہ کرلیں دنیا سے رحلت نہ کریں"۔ (رسالہ متعہ مترجم اردو صـ۱۵)۔ (ب) تحفۃ العوام حصہ دوم مطبوعہ لکھنو صـ۲۸۸ میں ہے :۔ "جو شخص متعہ کرے ایک مرتبہ وہ اہل بہشت سے ہے۔ دوسری حدیث میں فرمایا کہ عذاب نہ کیا جاویگا وہ مرد اور وہ عورت کہ متعہ کرے"۔ (ج) شیعہ مجتہد علامہ حائری لاہوری کے والد علامہ ابوالقاسم رضوی نے اپنی کتاب برہان المتعہ صـ۵۲ میں یہ حدیث درج کی ہے:۔

قال النبی صلی اللّٰہ علیہ والہٖ وسلم من تمتع مرۃ درجتہ کدرجۃ الحسین ومن تمتع مرتین درجتہ کدرجۃ الحسن ومن تمتع ثلث مرات درجتہ کدرجۃ علی ومن تمتع اربع مرات درجتہ کدرجتی

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص ایک مرتبہ متعہ کرے اس کا درجہ امام حسین کے درجہ کی طرح ہوگا اور جو دو مرتبہ متعہ کرے اس کا درجہ حضرت حسن کی طرح اور جو تین مرتبہ متعہ کرے اس کا درجہ حضرت علی رضؓ کی طرح اور جو چار مرتبہ متعہ کرے اس کا درجہ میرے درجہ کی طرح ہوگا"۔

العیاذ باللہ۔ اور یہی حدیث شیعہ مذہب کی تفسیر منہج الصادقین جلد دوم سورۃ النساء صـ۴۹۳ مطبوعہ طہران میں بھی منقول ہے۔

فرمائیے، کیا امامت۔ رجعت۔ تقیہ اور متعہ وغیرہ بھی اہل السنت والجماعت کے عقائد و مسائل میں سے ہیں کہ سنّی اور شیعہ کو ایک جیسا مسلمان قرار دیا جاسکے۔ شیعوں کے قاضی نور اللہ شوستری خود یہ فرق بیان کرتے ہیں کہ شیعہ اسے کہتے ہیں کہ جو جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد حضرت

امیر المومنین علی علیہ السلام کو خلیفہ حق جانیں اور سُنّی وہ ہے کہ جو ابوبکر کو خلیفہ حق مانے۔ امامیہ اثنا عشریہ وہ لوگ ہیں جو بنا بر تفصیل جو بعد میں مذکور ہوگی۔ بارہ اماموں کی امامت کے قائل ہوں" (مجالس المومنین مترجم صہ ۱۲)۔

شیعوں نے تو نعرہ حیدری یا علی کی گونج میں آپ کی تقریر کرا دی۔ کاش کہ آپ اسی مقام پر بلا خوف "لومۃ لائم" خلافت راشدہ اور حق چار یار۔ کی گونج ان کو سُنا دیتے کیونکہ مسئلہ امامت میں سنّی اور شیعہ کا فرق "چار یار کے اقرار اور انکار پر ہی مبنی ہے۔

خلافت راشدہ

اور چار یار کی خلافت ایک مخصوص موعودہ خلافت ہے۔ جس کا ذکر قرآن حکیم کی آیت استخلاف میں ہے:۔ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۠ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ۭ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـــًٔا ۭ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝

(پ ۱۸۔ سورۃ النور ع ۷) :۔ "وعدہ کر لیا اللہ نے ان لوگوں سے جو تم میں ایمان لائے ہیں اور کئے ہیں انہوں نے نیک کام البتہ بعد کو حاکم کر دیگا ان کو ملک میں جیسا حاکم کیا تھا ان سے اگلوں کو اور جما دیگا ان کے لئے دین ان کا جو پسند کر دیا ان کے واسطے اور دیگا ان کو ان کے ڈر کے بدلے میں امن میری بندگی کرینگے۔ شریک نہ کرینگے میرا کسی کو اور جو کوئی ناشکری کریگا اس کے

پیچھے سو وہی لوگ ہیں نافرمان۔ (ترجمہ حضرت شیخ الہند مولینا محمود الحسن صاحب اسیرِ مالٹا) علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے تحت لکھتے ہیں الحمد للہ کہ یہ وعدہ الٰہی چاروں خلفاء رضی اللہ عنہم کے ہاتھوں پر پورا ہوا۔ اور دنیا نے اس عظیم الشان پیشگوئی کے ایک ایک حرف کا مصداق اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ خلفائے اربعہ کے بعد بھی کچھ بادشاہانِ اسلام وقتاً فوقتاً اس نمونہ کے آتے رہے اور جب اللہ چاہیگا آئندہ بھی آئینگے احادیث سے معلوم ہوا کہ آخری خلیفہ حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ ہونگے۔ جن کے متعلق عجیب و غریب بشارات سنائی گئی ہیں الخ۔

(۲) تفسیر خازن میں ہے۔ فی الآیۃ دلیل علے خلافۃ ابی بکر الصدیق والخلفاء الرّاشدین بعدہ الخ یعنی اس آیت میں دلیل ہے حضرت ابوبکر صدیق اور آپ کے بعد کے خلفائے راشدین کی خلافت پر۔"

(۳) امام بغوی تفسیر معالم التنزیل میں لکھتے ہیں۔ وفی الآیۃ دلالۃ علی خلافۃ الصدیق وامامۃ الخلفاء الراشدین (اور اس آیت میں حضرت ابوبکر صدیق کی خلافت اور دوسرے خلفائے راشدین کی امامت کی دلیل پائی جاتی ہے)۔

(۴) امام رازی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے تحت تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں:۔ دلت الآیۃ علی امامۃ الاربعۃ وذٰلک لانہ تعالیٰ وعد اللہ الذین اٰمنوا وعملوا الصٰلحٰت من الحاضرین فی زمان محمد صلی اللہ علیہ وسلم و ھوالمراد بقولہ لیستخلفنھم فی الارض (اور

یہ آیت چاروں خلفاء کی امامت پر دلالت کرتی ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے جن ایمان اور عمل صالح والوں سے یہ وعدۂ خلافت فرمایا ہے وہ وہی ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تھے (اور یہ بات مِنْکُمْ سے ثابت ہوتی ہے) اور یہی مراد ہے اللہ تعالیٰ کے ارشاد لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ " سے۔ اسی طرح دیگر تفاسیر ابن کثیر، بیضاوی کشاف وغیرہ میں لکھا ہے اس سے معلوم ہوا کہ خلفائے اربعہ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ۔ حضرت عمر فاروق رضؓ۔ حضرت عثمان رضؓ ذوالنورین اور حضرت علی رضؓ المرتضیٰ کی خلافت محض ایک تاریخی خلافت نہیں ہے کہ اس کے ماننے یا نہ ماننے کا تعلق اسلامی عقیدہ سے نہ ہو۔ بلکہ ان حضرات کی خلافت وہ موعودہ خلافت راشدہ ہے جس کے قائم کرنے کا اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے خود وعدہ فرمایا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اگر ان خلفائے راشدین کو اس آیت کا مصداق نہ قرار دیا جائے تو پھر اس وعدۂ خداوندی کا پورا ہونا کسی طرح بھی صحیح ثابت نہیں ہو سکتا۔ اور یہی وجہ ہے کہ علمائے اہل السنت والجماعت نے ہمیشہ اس عقیدۂ خلافت راشدہ کو بڑی اہمیت دی ہے اور محققین اہل سنت نے اس موضوع پر مستقل کتابیں تصنیف کی ہیں۔

(۵) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے (جو اپنے دور کے مجدد تھے) اس موضوع پر بڑی جامع کتاب " ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء " تصنیف فرمائی ہے جس کی تین جلدیں امام اہل سنت حضرت مولانا عبدالشکور صاحب

لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کے اردو ترجمہ کے ساتھ پاکستان میں شائع ہو چکی ہیں
حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی عقیدہ خلافت کے متعلق تحریر فرماتے
ہیں ۔ اما بعد می گوید حقیر فقیر ولی اللہ عفی عنہ کہ دریں زمانہ بدعت تشیّع
آشکار شد و نفوس عوام بشبہات ایشاں متشرب گشت و اکثر اہل ایں اقلیم
در اثبات خلافت خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین
شکوک بہم رسیدند لاجرم نور توفیق الٰہی در دل ایں بندہ ضعیف علمے را
مشروح و مبسوط گردانید تا آنکہ بعلم الیقین دانستہ شد کہ اثبات خلافت
ایں بزرگواراں اصلے است از اصول دین تا وقتیکہ اصل را محکم نہ گیرند
ہیچ مسئلہ از مسائل شریعت محکم نشود زیرا کہ اکثر احکامے کہ در قرآن عظیم
مذکور شدہ مجمل است بدون تفسیر سلف صالحین بحل آں نتواں رسید الخ
(ترجمہ از امام اہل سنتؒ) :- اما بعد کہتا ہے حقیر فقیر ولی اللہ عفی عنہ
کہ اس زمانہ میں بدعت تشیّع آشکارا ہو گئی ہے اور عام لوگوں کے دل ان
کے شبہات سے متاثر ہو گئے ہیں اور اس ملک کے اکثر لوگ خلفائے راشدین
رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی خلافت کے ثبوت میں شک کرنے لگے ہیں
لہذا توفیق الٰہی کی روشنی نے اس بندہ ضعیف کے دل میں ایک علم پیدا
کیا جس سے یقین کے ساتھ معلوم ہوا کہ خلافت ان بزرگوں کی ایک اصل
ہے اصول دین سے جب تک لوگ اس اصل کو مضبوط نہ پکڑیں گے
کوئی مسئلہ مسائل شریعت سے مضبوط نہ ہو گا ۔ کیونکہ اکثر احکام جو قرآن
عظیم میں مذکور ہیں مجمل ہیں بغیر تفسیر سلف صالح کے ان احکام کا حل نہیں

ہو سکتا۔" (دیباچہ ازالۃ الخفا مترجم صدۂ مطبوعہ کراچی) ۔
یہاں یہ ملحوظ رہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کا یہ ارشاد کہ :۔ خلافت
ایں بزرگواران اصلے است از اصول دین " شیعوں کے عقیدۂ امامت
کی تائید نہیں کرتا۔ کیونکہ شیعہ تو امامت کو توحید ورسالت کی طرح
اصول دین میں شمار کرتے ہیں۔ اور ان کے نزدیک منصب امامت منصب
نبوت سے افضل ہے اسی بنا پر وہ بارہ اماموں کو انبیائے سابقین
علیہم السلام سے افضل قرار دیتے ہیں (لیکن اہل سنت کے نزدیک سب
سے بڑا منصب نبوت ورسالت ہے اور نفس خلافت کا مسئلہ
فروعات میں شمار ہوتا ہے۔ لیکن خلفائے راشدین کی خلافت عام
خلافت نہیں بلکہ یہ ایک مخصوص موعودہ خلافت ہے جو قرآن حکیم کی
آیت استخلاف سے ثابت ہے۔ اسی لئے اس خلافت راشدہ کے
احکام بھی مخصوص حیثیت رکھتے ہیں۔ چنانچہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
نے خلفائے راشدین کی اتباع کو باقی امت پر لازم قرار دیا ہے۔ کہ
حدیث میں ہے۔ من یعش منکم بعدی فسیری اختلافا
کثیرا فعلیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المہدیین
الحدیث (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے جو شخص
میرے بعد زندہ رہے گا تو وہ زیادہ اختلافات دیکھے گا۔ پس ان حالات
میں تم پر میری سنت اور میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت
کی اتباع لازم ہے)۔" (مشکوٰۃ شریف) ۔

(۶) مجاہد جلیل حضرت مولینا شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے خلافت وامامت کے موضوع پر ایک مستقل کتاب "منصب امامت" تصنیف فرمائی ہے۔ اس میں مذکورہ حدیث علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ :۔ اسی بناء پر علمائے امت نے اطاعت امام کو غیر منصوصہ مقام میں صحت قیاس پر موقوف نہیں رکھا بلکہ اس کی اطاعت کو باوجود اس کے ضعیف قیاس کے بھی واجب جانا ہے اور اسکے مخالفت کو اگرچہ اس کا قیاس امام کے قیاس سے اظہر اور قوی ہو جائز نہیں رکھا اور اس میں راز یہی ہے کہ اس کا حکم بذاتہٖ اصول دین سے ایک اصل ہے اور ادلہ شرعیہ سے ایک دلیل جو صحیح قیاس سے قوی ہے (منصب امامت مترجم صہ ۹۱) (ب) قوانین ریاست اور آئین سیاست جو خلیفہ راشد سے ظاہر ہوئے یہ سنت نبویہ کا حکم رکھتے ہیں۔ پس خلفائے عظام کا طریقہ بمنزلہ سنن انبیائے کرام کے ہے۔" (ایضاً صہ۹) ۔ (ج) الغرض ائمہ ہدیٰ کے معاملہ کا خلیفہ راشد کے ساتھ اس طرح خیال کرنا چاہیے۔ جیسا کہ فاروق اعظم رضؓ کا ابوبکر رضؓ صدیق کے ساتھ اور علی رضؓ المرتضیٰ کا فاروق اعظم رضؓ کے ساتھ اور جناب حسن رضؓ مجتبیٰ کا حضرت مرتضیٰ کے ساتھ۔ جنہوں نے باوجود کمالات روحانی اور فضائل نفسانی سے موصوف ہونے کے اپنے اختیار کی باگ خلیفہ راشد کے ہاتھ میں دیدی اور اس کی اطاعت کے لئے گردن جھکا دی۔" (ایضاً صہ۹۳)

(۷) کتاب و سنت کی روشنی میں علمائے اہل السنت والجماعت ہمیشہ خلافت

راشدہ اور خلفائے راشدین کی شرعی اہمیت کی تعلیم دیتے رہے ہیں اور اور یہی مذہب اہل السنت والجماعت کی امتیازی شان ہے چنانچہ مفتی اعظم حضرت مولینا مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (جو جمعیت علمائے ہند کی مسندِ صدارت پر بھی فائز رہے ہیں اور انگریزی استبداد کے خلاف نبرد آزما رہے ہیں) سُنی بچوں کی دینیات میں فرماتے ہیں کہ: ”خلیفہ کا معنی قائم مقام اور نائب کے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد تمام مسلمانوں کے اتفاق سے حضرت ابوبکر صدیق رض حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قائم مقام بنائے گئے۔ اس لئے یہ خلیفہ اوّل ہیں۔ ان کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ دوسرے خلیفہ ہوئے ان کے بعد حضرت عثمان رض تیسرے خلیفہ ہوئے۔ ان کے بعد حضرت علی رض چوتھے خلیفہ ہوئے۔ ان چاروں کو خلفائے اربعہ اور خلفائے راشدین اور چار یار کہتے ہیں۔“ (تعلیم الاسلام حصہ سوم ص۱۸ مطبوعہ کراچی)۔

(۸) یہ ”چار یار“ کی اصطلاح بھی حسبِ ضرورت علمائے حق استعمال کرتے رہے ہیں چنانچہ تقریباً نوے (۹۰) سال پہلے حجۃ الاسلام حضرت مولینا محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی دار العلوم دیوبند قدس سرہٗ نے ایک شیعہ مجتہد کے سوالات کے جواب میں اہل السنت والجماعت کے مسلک کی تائید میں لکھا تھا کہ: خلفائے راشدین تو ان کے نزدیک پانچ ہیں۔ چار یار اور ایک امام حسن علیہم رضوان اللہ تعالیٰ الخ (الاسولۃ الکاملہ فی الاجوبۃ الکاملۃ ص۳۱ مطبوعہ دہلی ۱۳۲۲ھ)

یہاں حضرت نانوتوی رح نے حضرت ابوبکر صدیق رض۔ حضرت عمر فاروق رض۔ حضرت عثمان رض ذوالنورین اور حضرت علی المرتضیٰ رض کے لئے چار یار کی اصطلاح استعمال کی ہے۔ اور حضرت امام حسن رض نے چونکہ چھ ماہ بعد اپنی خلافت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کر کے ان کی خلافت کو تسلیم کر لیا تھا اور حضرت حسن رض کی صلح کے بعد بالاتفاق حضرت معاویہ رض تمام مملکت اسلامیہ کے خلیفہ اسلام قرار دے دئے گئے تھے۔ اس لئے جمہور اہل سنت خلافتِ امام حسن رض کو حضرت علی رض کی خلافت ہی کا تتمہ قرار دے کر اصطلاحاً ان چار حضرات کو ہی خلفائے راشدین قرار دیتے ہیں اور جو حضرات امام حسن رض کی خلافت کو علیحدہ شمار کرتے ہیں وہ خلفائے راشدین کا اطلاق ان پانچ حضرات پر کرتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت مولینا نانوتوی رح نے لکھا ہے۔ اور یہ اختلاف صرف لفظی ہے نہ کہ حقیقی۔ اور شاہجہان وغیرہ سلاطین اسلام کے شاہی سکے آج بھی ایسے موجود ہیں جن پر درمیان میں کلمۂ اسلام لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کندہ ہے اور اس کے چاروں طرف خلفائے اربعہ (چار یار) ابوبکر رض۔ عمر رض۔ عثمان رض۔ علی رض کے نام کندہ ہیں۔ جس کا یہ مطلب ہے کہ کلمۂ اسلام کا پرچم بلند کرنے والے اور کلمۂ اسلام کے اولین محافظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یہی خلفائے راشدین ہیں۔ ان کی شرعی عقیدت و اتباع ہی کلمۂ اسلام کے تحفظ کا مؤثر ذریعہ ہے۔ ایک وہ دور تھا کہ مسلمان بادشاہ ملکی سکوں میں خلفائے اربعہ (چار یار) کا نام کندہ کر کے ان کی عظمتوں کا قانوناً تحفظ کرتے تھے

لیکن آج تنزل کا یہ حال ہے کہ علمائے اہل السنت والجماعت بھی عموماً نفاذ شریعت۔ نظام مصطفےٰ اور حکومت الٰہیہ کے قیام کے لئے ملکی اور ملی معاملات میں اصحاب مصطفیٰ اور خلفائے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر تک بھی اپنے جماعتی منشور میں نہیں کر سکتے۔ حالانکہ نظام مصطفےٰ اور حکومتِ الٰہیہ کے اعلیٰ اور اکمل نمونے کا نام ہی خلافت راشدہ ہے جس کی اتباع خصوصی طور پر مسلمان اصحاب اقتدار پر لازم ہے۔

۱۹۷۰ء کا اسلامی منشور

۱۹۷۰ء کے عمومی انتخابات کیلئے جمعیت علمائے اسلام نے ملت کے سامنے جو اسلامی منشور رکھا تھا اس میں یہ تصریح تھی کہ: خلفائے راشدین اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ادوار حکومت و آثار کو اسلامی نظام حکومت کے جزئیات متعین کرنے کے لئے معیار قرار دیا جائیگا۔ صدر مملکت کا مسلمان ہونا اور پاکستان کی ۹۸ فیصد مسلمان اکثریت اہل سنت کا ہم مسلک ہونا ضروری ہوگا: اور اس اسلامی منشور میں نمبر ۸ کے تحت یہ وضاحت کی گئی تھی کہ: مسلمان کی قانونی تعریف یہ ہو گی کہ:۔ وہ قرآن و حدیث پر ایمان رکھتے ہوئے ان کو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین و اسلاف رحمہم اللہ اجمعین کی تشریحات کی روشنی میں حجت سمجھے اور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہ کسی نبوت کا اور نہ کسی نئی شریعت کا قائل ہو۔"

(۹) جو فرقے اسلام کے کسی بنیادی عقیدہ مثلاً ختم نبوت وغیرہ سے

انحراف کے مرتکب ہو چکے ہیں۔ انہیں غیر اسلامی فرقے قرار دیا جائے گا۔ اور آئندہ اس قسم کے انحراف کو دستور میں واجب التعزیر قرار دیا جائے گا۔

حضرت مفتی صاحب! فرمائیے! اسلامی منشور میں آپ نے جو مسلمان کی قانونی تعریف لکھی ہے، کیا اس کی بنا پر خلفائے راشدین اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے منکرین مسلمان کی قانونی تعریف کے تحت آسکتے ہیں بلکہ خلفائے راشدین اور صحابہ کرام کو جو لوگ معیار حق تسلیم نہیں کرتے وہ بھی آپ کی منظور کردہ مسلمان کی قانونی تعریف میں شمار نہیں ہو سکتے۔ اور یہی وجہ ہے کہ آپ نے ۱۹۷۰ء کے انتخابات میں جمعیت علمائے اسلام کو اس متحدہ محاذ میں شامل نہیں کیا تھا جس میں ابو الاعلیٰ مودودی صاحب کی جماعت اسلامی بھی شریک تھی۔ آپ نے ذوالفقار علی بھٹو کے ساتھ تو تعاون کر لیا تھا۔ اور بھٹو سوشلزم کے خلاف علماء کے فتوے کو آپ نے امریکی فتویٰ قرار دیا تھا لیکن مودودی کے ساتھ کسی طرح بھی آپ نے اشتراک واتحاد قبول نہیں کیا اور الیکشن کے بعد پھر آپ نے بھٹو پیپلز پارٹی کے ساتھ مخلوط وزارت بنائی تھی۔ اور آپ تقریباً نو ماہ سرحد کے وزیر اعلیٰ بھی رہے۔ اور بھٹو کی وزارت عظمیٰ کے تحت ہی اس منصب پر فائز رہے ہیں۔ حالانکہ اس وقت بھی بھٹو کا سیاسی منشور یہ تھا کہ: اسلام ہمارا دین ہے۔ جمہوریت ہماری سیاست ہے اور سوشلزم ہماری معیشت ہے۔ میں نے اس وقت بھی (جبکہ میں جمعیت علمائے اسلام صوبہ پنجاب کا امیر تھا آپ کو اور دیگر اکابر جمعیت کو بذریعہ خطوط

پیپلز پارٹی کے خطرات سے آگاہ کر دیا تھا۔ لیکن جمعیت کے اکابر ہنگامی سیاست سے اتنے مغلوب ہو چکے تھے کہ عواقب و نتائج سے صرف نظر کرتے ہوئے اپنی پالیسی میں کوئی اصلاح نہ کی۔ حتیٰ کہ جماعتی پالیسی سے مطمئن نہ رہنے کی وجہ سے میں نے جمعیت کی رکنیت سے ہی استعفا پیش کر دیا۔ بندہ نے اپنے استعفار میں امر سوم کے تحت یہ عرض کر دیا تھا کہ: جمعیت علمائے اسلام کی پالیسی سے اختلاف کا تیسرا پہلو یہ ہے کہ اسلامی سوشلزم کے داعی ذوالفقار علی بھٹو کے ہفت روزہ نصرت لاہور میں (جس کے اسوقت ایڈیٹر حنیف رامے صاحب تھے) متعدد ایسی عبارتیں ہیں جن میں صراحتاً بعض جلیل القدر صحابہؓ کی توہین پائی جاتی ہے بعض میں لاہوری مرزائی فرقہ کے سربراہ اور منکرین حدیث کو قرآن کا خادم تسلیم کیا گیا ہے اور بعض سے اسلامی سوشلزم کی تشریحات کے سلسلہ میں یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ اسلامی سوشلزم دراصل چینی سوشلزم ہے۔ چنانچہ عبارات حسب ذیل ہیں :۔ الخ۔ میں نے یہ بھی لکھا تھا کہ :۔ جمعیت علمائے اسلام نے اگر پاکستان میں اسلامی نظام قائم کرنا ہے۔ جیسا کہ اسلامی منشور میں واضح کیا گیا ہے تو جس طرح وہ مودودی ازم کی کھلی مخالفت کر رہی ہے اسی طرح وہ اسلام و قرآن کے نام پر جو اشتراکی سیلاب آ رہا ہے اس کی بھی کھلی مخالفت کریں۔ اور اشتراکی اور امریکی دونو بلاکوں سے ہٹ کر ایک تیسرا خالص اسلامی بلاک پاکستان میں بنائیں تاکہ اسلامی عقائد و نظریات کا تحفظ ہو سکے۔ اور اگر اس وقت جمعیت کی جنگ صرف امریکی

طاقتوں کے خلاف ہے اور اسلامی بنیادوں کے تحفظ کو سرِ دست منظر انداز کرنا چاہتی

ہے اور ہر اس قوت سے اشتراکِ عمل جائز بلکہ ضروری قرار دیتی ہے جو

امریکی سامراج کے خلاف ہے تو اسلامی منشور کی بنیاد پر جس خالص اسلامی

نظامِ حکومت کی مسلمانانِ پاکستان کو دعوت دی ہے فی الحال اس سے

کنارہ کش ہو جائے الخ۔ (۲۳ رجون ۱۹۷۰ء مطابق ۱۸ ربیع الثانی ۱۳۹۰ھ)

جمعیّت کی حالیہ سیاست

۱۹۷۰ء میں جمعیت علمائے اسلام مودودی جماعت کو اسلام کے لئے

سخت خطرناک سمجھتی تھی اور اس سے کسی طرح بھی سیاسی اشتراک و تعاون

کے لئے تیار نہ تھی۔ لیکن اب مارچ ۱۹۷۷ء کے الیکشن میں مودودی جماعت

سے مکمل طور پر سیاسی اشتراک و اتحاد اختیار کر لیا۔ اب وہ نو ستاروں

میں سے ایک روشن اسلامی ستارہ ہے جن کے ذریعہ پاکستان میں نورِ اسلام

پھیلایا جائیگا اور ۱۹۷۰ء کے برعکس اب مسٹر بھٹو سے مکمل طور پر مقابلہ

ہے۔ حالانکہ بھٹو نے اب اسلامی سوشلزم کی جگہ عموماً اسلامی مساوات

کی اصطلاح اختیار کی ہوئی ہے۔ میرا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ بھٹو کی

مخالفت نہ کریں بلکہ میری عرضداشت کا مقصد یہ ہے کہ اگر آپ کا مقصد

حکومتِ الٰہیہ کا قیام ہے تو اس میں ایسے افراد اور ایسی جماعتوں سے اتحاد

کریں جن سے اصولی اور بنیادی اختلاف نہیں ہے لیکن جن سے اصولی

اختلاف ہے اور جو خلافت راشدہ کے ہی منکر ہیں۔ یا جو خلفائے راشدین

اور اصحابِ رسول صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معیارِ حق نہیں سمجھتے اور جو

خلفاء و اصحابؓ کو اپنی تنقید و جرح کا نشانہ بنانا نہ صرف جائز بلکہ ضروری قرار دیتے ہیں (یعنی ابوالاعلیٰ مودودی اور ان کی جماعت) ان سے حکومت الٰہیہ کے قیام کی جدوجہد میں اتحاد و اشتراک نہ کریں۔ مجھے آپ سے یہ بدگمانی نہیں ہے کہ آپ خلافت راشدہ کو نہیں مانتے یا اصحابؓ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شرعی عظمت کے قائل نہیں ہیں لیکن آپ سیاسی پہاڑ کی اس بلند چوٹی پر قیام فرما ہیں جہاں سے آپ کو خلافت راشدہ کا مقام نظر نہیں آتا جس کیوجہ سے عملاً آپ میدان سیاست میں خلفائے راشدین اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو نظر انداز کر رہے ہیں۔ انکار صحابہؓ اور اقرار صحابہؓ میں گویا کہ آپ نظام مصطفےٰ اور نفاذِ شریعت کی خاطر کوئی فرق محسوس نہیں کرتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد "علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین" کی پہلی جزء "علیکم بسنتی" آپ کے پیش نظر ہے لیکن سیاسی فنائیت میں ارشاد رسالت کی دوسری جزء "وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین" آپ کی نگاہوں سے اوجھل ہو گئی ہے۔ حالانکہ نظام مصطفےٰ کے قیام کی تحریک میں سب سے زیادہ ضروری اصحابِ مصطفےٰ کے شرعی مقام کی تبلیغ تھی جنہوں نے خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں نظام مصطفےٰ قائم کیا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی انہوں نے نظام شریعت کو (جو قومی اتحاد کی تحریک میں نظام مصطفےٰ کے نام سے مشہور و مقبول ہے) خلافت راشدہ کی صورت میں قیصر و کسریٰ کے محلات اور اربابِ اقتدار کے جاہ و جبروت

کو خاک میں ملا کر اسلامی مملکت کے گوشہ گوشہ میں قائم کیا تھا یہ وہی اصحاب مصطفےٰ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ کی سند وحی عطا فرمائی۔ جن کی اتباع کو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مابعد کی امت پر لازم فرمایا تھا۔ یہ وہی اصحاب مصطفےٰ ہیں جن کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نجوم ہدایت قرار دیا تھا۔ اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّہِمْ اقْتَدَیْتُمْ اہْتَدَیْتُم" (میرے اصحاب مثل ستاروں کے ہیں جس کی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے) لیکن حضرت مفتی صاحب! فرمائیے "کیا آپ نے ان اصحاب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا قومی اتحاد کے منشور میں ذکر تک بھی کیا ہے؟ آپ عالم دین، مفتی شرع متین اور شیخ الحدیث ہیں لیکن میں نے آپ کی خدمت میں بطور نمونہ بعض آیات و احادیث اور تحقیق اہل سنت کے ارشادات اس لئے پیش کئے ہیں تاکہ آپ کو ان شرعی حقائق کا بھی احساس ہو جائے اور آپ کے واسطہ سے خلافت راشدہ کی یہ معیاریت قومی اتحاد کے ان سیاسی زعماء تک بھی پہنچ جائے جو دینی و شرعی علوم و حقائق سے ناواقف ہیں اور اگر کچھ واقفیت رکھتے بھی ہیں تو سیاسی جنگ نے اس سے بھی ان کو غافل کر دیا ہے۔ واللہ اعلم۔

شیعہ کلمہ و اذان کا مسئلہ

تحریک نظام مصطفےٰ کی کمزوری اور رواداری کا تو یہ حال ہے کہ اصحاب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام اپنے منشور میں درج کرنا مناسب نہیں سمجھا جاتا حالانکہ ان کی اتباع کو امت پر لازم قرار دیا گیا ہے لیکن اس کے برعکس

فریق ثانی کی بیداری اور ہوشیاری کی یہ حد ہے کہ حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امامت کو کلمہ و اذان میں منوایا جا رہا ہے حالانکہ از روئے احادیث شیعہ بھی کلمہ و اذان میں حضرت علی رض کے خلیفہ بلا فصل ہونے کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ ایک بے بنیاد مسئلہ کو سواد اعظم اور ملت اسلامیہ کے خلاف اسلام کے نام پر اسلامی اصول میں شامل کیا جا رہا ہے۔

بہ بیں تفاوت راہ از کجا است تا بکجا — ۱۲ر اکتوبر ۱۹۷۴ء کو بھٹو حکومت نے سرکاری اسکولوں میں جس شیعہ نصاب کی منظوری دی تھی۔ جب وہ ۱۹۷۵ء میں شائع ہوا تو اسلامیات لازمی جماعت نہم و دہم کی کتاب ' رہنمائے اساتذہ " میں شیعہ طلبہ کے لئے کلمہ اسلام حسب ذیل تشریح کے ساتھ درج کیا گیا تھا۔ کلمہ اسلام کے اقرار اور ایمان کے عہد کا نام ہے کلمہ پڑھنے سے کافر مسلمان ہوتا ہے۔ کلمہ میں توحید و رسالت ماننے کا اقرار اور امامت کے عہد کا اظہار ہے" (صد ۳۵)۔ اس کے بعد کلمہ عربی الفاظ میں یہ لکھا ہے۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ عَلِیٌّ وَلِیُّ اللّٰہِ وَصِیُّ رَسُوْلِ اللّٰہِ وَخَلِیْفَتُہٗ بِلَا فَصْلٍ ط چونکہ کلمہ کی مندرجہ تشریح سے یہ لازم آتا ہے کہ جو شخص یہ کلمہ نہیں پڑھتا وہ نہ مومن ہے نہ مسلم۔ اور اس کی بناء پر سوائے شیعوں کے باقی تمام امت مسلمہ غیر مسلم اور کافر ثابت ہوتی تھی حالانکہ یہ کلمہ "خلیفتہ، بلا فصل" والا نہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کافر کو مسلمان بنانے کے لئے پڑھایا ہے اور نہ حضرت علی المرتضٰے رض نے اس کلمہ کی تعلیم دی ہے۔ اسلام میں تو اس کلمۂ اسلام کا بالکل وجود ہی نہیں

چونکہ ہر مسلمان کلمہ اسلام لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ہی پڑھتا ہے جس میں صرف توحید و رسالت کا اقرار کیا جاتا ہے اور یہی ملّت اسلامیہ کا متفقہ کلمہ اسلام ہے اس لئے پاکستان میں کلمہ اسلام کی لفظی و معنوی تبدیلی ایک نیا عظیم حادثہ تھا جس سے مسلمانان پاکستان میں تشویش پھیل گئی۔ ہر طبقہ کی طرف سے شدید ردّ عمل ہوا خصوصاً تحریک خدام اہل سنت کی طرف سے بندہ کا مرتب کردہ پمفلٹ بنام "پاکستان میں تبدیلئ کلمہ اسلام کی ایک خطرناک سازش" جب ملک کے گوشہ گوشہ میں پہنچا تو اہل اسلام کو اس فتنے کا بہت زیادہ احساس ہوا جس سے بھٹو حکومت بھی پریشان ہوگئی اور چونکہ مندرجہ کلمہ کی اسلام میں کسی طرح کی گنجائش نہیں نکل سکتی تھی اس لئے محکمہ تعلیم نے شیعہ علماء سے ہی اس کلمہ میں ترمیم کرائی اور "جدید رہنمائے اساتذہ" میں شیعہ کلمہ اسلام حسب ذیل تشریح کے ساتھ درج کیا گیا:۔

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ سے کافر مسلمان ہوتا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ ہم اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں مانتے اور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے آخری رسول ہیں۔ ان کے بعد کوئی نبی و رسول نہیں آئیگا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کے بعد علی ولی اللہ وصیّ رسول اللہ وَخلیفتہ بلا فصل سے شیعہ توحید و رسالت کے علاوہ امامت کا اقرار اور شیعیت کا اظہار کرتے ہیں (ص ۳۶)۔

رِٹ درخواست کا فیصلہ

بعض حضرات کی طرف سے شیعہ کلمہ اسلام کے خلاف لاہور میں

رٹ دائر کی گئی تھی۔ لیکن مدعیان کی کمزوری اور رواداری کی وجہ سے کلمہ اسلام کا مسئلہ مکمل طور پر حل نہ ہو سکا اور شیعوں نے بحیثیت شیعہ اپنے کلمہ میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امامت کا اقرار منوا لیا۔ اور ہائیکورٹ میں "جدید رہنمائے اساتذہ" کی مندرجہ عبارت کی بناء پر ہی فیصلہ کیا گیا چنانچہ "ہائیکورٹ لاہور کا فیصلہ" جو "مجلس اخوت اسلامیہ" کی طرف سے شائع ہوا ہے اس میں رہنمائے اساتذہ جدید" کی مندرجہ عبارت کے متعلق مدعیان پیر سید ابرار محمد صاحب اور مولوی محمد شفیع صاحب کا یہ بیان لکھا ہے کہ چونکہ اس کتاب میں یہ بالکل واضح کر دیا گیا ہے کہ کلمہ طیبہ صرف لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ہے۔ اس لئے وہ اعتراض جو ہم نے پہلے اٹھایا تھا اب باقی نہیں رہتا۔ دوسرا بیان لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کے بعد عَلِیٌّ ولی اللہ وَصِیّ رسولِ اللہ وخلیفتہ بلا فصل سے شیعہ توحید و رسالت کے علاوہ امامت کا اقرار اور شیعیت کا اظہار کرتے ہیں" پر ہمیں کوئی اعتراض نہیں کیونکہ یہ صرف شیعہ طالب علموں کے لئے ہے چونکہ نئی کتاب کے شائع ہونے سے ہماری شکایت کا تدارک ہو گیا ہے اس لئے ہم اپنی رٹ درخواست پر کارروائی کے لئے اصرار نہیں کریں گے۔ لہذا اس کا فیصلہ ہمارے بیان کے مطابق کر دیا جائے۔" فیصلہ ہائیکورٹ صفحہ ۲)

چونکہ مدعیان نے رہنمائے اساتذہ کی عبارت کی بنا پر شیعہ موقف تسلیم کر لیا تھا اس لئے ہائیکورٹ کے سابق چیف جسٹس سردار محمد اقبال صاحب نے

مذکورہ فیصلہ صادر کردیا۔ حالانکہ اصل اعتراض بحالہ موجود ہے۔ کیونکہ کسی فرقہ کو بھی یہ حق نہیں دیا جا سکتا کہ وہ بحیثیت فرقہ کلمہ اسلام میں اپنا امتیازی نشان شامل کرسکے۔ حضرت علی المرتضیٰ تو نبی و رسول بھی نہیں حالانکہ انبیائے سابقین علیہم السلام جن کا نام اپنی اپنی امت کے کلمہ اسلام میں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کے ساتھ بحیثیت رسول اللہ شامل کیا جاتا تھا۔ ان کا نام بھی اس آخری امت کے کلمہ اسلام میں محمد رسول اللہ کے بعد شامل کرنا جائز نہیں ہے۔ اب قیامت تک لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کے علاوہ کسی شخصیت کا نام کلمہ میں شامل نہیں کیا جا سکتا۔ اور اگر کوئی فرقہ ملّت اسلامیہ کے متفقہ کلمۂ اسلام میں کسی حیثیت سے بھی کمی بیشی پر اصرار کرے تو امت مسلمہ سے اس کا تعلق منقطع ہو جاتا ہے۔ اس طرح اسلام کی اذان میں بھی توحید و رسالت کے اعلان کے علاوہ کسی اور شخصیت کے منصب کا اعلان جائز نہیں ہے۔ اور شیعوں کی مروجہ اذان جس میں وہ اَشْھَدُ اَنَّ عَلِیًّا وَلِیُّ اللّٰہِ وَصِیُّ رسول اللّٰہ وخلیفتہ بلا فصل کا اضافہ کرتے ہیں جائز نہیں ہے اور شیعہ مذہب کی مستند احادیث میں بھی اس کا ثبوت نہیں پایا جاتا۔ بلکہ شیعہ علماء نے خود بھی یہ تسلیم کر لیا ہے کہ مندرجہ کلمات "علی ولی اللہ" والے اذان کا جزو نہیں ہیں چنانچہ (۱) شیعہ مذہب کی مشہور کتاب تحفۃ العوام کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ:۔ شہادت ولایت و خلافت حضرت امیر علیہ السلام جزو اقامت و اذان نہیں بلکہ جزو ایمان ہے"۔ (تحفۃ العوام مطبوعہ نولکشور لکھنو صہ ۲۸ سنہ ۱۹۳۱ء)۔

(۲) شیعہ مذہب کی سب سے زیادہ مستند کتب[1] چار ہیں۔ جن پر شیعیت مبنی ہے۔ لیکن ان میں بھی شیعوں کی مروجہ اذان ثابت نہیں ہوتی اور ان کتب اربعہ میں سے مَنْ لَا یحضرہ الفقیہ (مؤلف ابن بابویہ قمی المعروف بہ شیخ صدوق) جلد اول ص۲۹۱ مطبوعہ طہران ۱۳۹۲ھ میں امام جعفر صادق سے جو اذان منقول ہے وہ یہی ہے جس پر سواد اعظم اہل سنت کا عمل ہے۔ اور مذکورہ حدیث اذان کے تحت شیخ صدوق نے یہ تشریح کردی ہے کہ ھٰذَا ھُوَ الاذان الصحیح لَا یزاد فیه ولا ینقص (یعنی یہی صحیح اذان ہے جس میں کمی اور زیادتی نہیں کی جاسکتی) اور شیخ صدوق نے یہ وضاحت بھی کردی ہے کہ فرقہ مفوضہ لعنہم اللہ نے اپنی طرف سے اذان میں اشھد ان علیاً وَلیّ اللّٰہ اور اشھد اَنّ امیرَ المومنین حقاً روایتیں وضع کرلی ہیں۔ اور اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ شیخ صدوق کے زمانہ تک فرقہ مفوضہ نے بھی اذان میں علیٌّ ولی اللہ اور امیر المومنین حقاً کے الفاظ ہی شامل کئے تھے اور اب جو شیعہ اذان میں وصی رسول اللہ وخلیفتہ بلا فصل پڑھا جاتا ہے یہ بہت بعد کی ایجاد ہے بہر حال یہ ایک حقیقت ہے کہ بھٹو حکومت میں شیعہ نصاب دینیات نافذ ہوا۔ کلمۂ اسلام میں تبدیلی ہوئی اور عوام میں اسکے خلاف شدید ردعمل ہوا۔ شیعہ نصاب دینیات کی منظوری کے بعد تحریک خدام اہل سنت کی طرف سے "قرار داد مذمت" پر مشتمل ایک پمفلٹ بعنوان "شیعہ دینیات کے مسئلہ میں

---

[1] الکافی (اصول و فروع) (۲) الاستبصار (۳) تہذیب الاحکام۔ (۴) من لا یحضرہ الفقیہ

"سواد اعظم اہل سنت کے خلاف ایک غیر منصفانہ فیصلہ" سارے ملک میں تقسیم کیا گیا۔ وزیر اعظم بھٹو کو اطراف ملک سے احتجاجی قرار دادیں رسال کی گئیں، ٹیلیگرام بھیجے گئے لیکن تعجب ہے کہ حکومت کے خلاف سیاسی متحدہ محاذ اور موجودہ قومی اتحاد کے علماء و زعماء اور سیاسی لیڈروں نے نہ تو اس کے خلاف کوئی مؤثر احتجاج کیا اور نہ ہی کوئی عوامی تحریک چلائی۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک پاکستان میں کلمۂ اسلام کی تبدیلی کوئی قابل توجہ سنگین مسئلہ نہ تھا۔ اور آپ نے گو شیعہ مطالبات کمیٹی دریاخان کے سیکرٹری کے سوالنامے کے جواب میں "رہنمائے اساتذہ" کے مندرجہ شیعہ کلمہ اسلام کی تردید فرما دی تھی اور یہ واضح کر دیا تھا کہ :- پہلے تو خیال تھا کہ شیعہ حضرات نے اپنا عقیدہ کلمہ طیبہ کے ساتھ بعد میں ملحق کر دیا ہے لیکن یہ ملحقہ عقیدہ ان کے نزدیک مسلمان ہونے کی شرط نہیں ہے اس لئے برداشت کیا جاتا ہے لیکن اب تو پوزیشن دوسری ہے کہ جملہ اہل سنت کو آپ حضرات بوجہ نہ پڑھنے اس کلمہ کے کافر قرار دے رہے ہیں۔ یہ ہے بنیادی اعتراض اور یہ اعتراض درست ہے (ماہنامہ پیام عمل لاہور۔ جولائی ۱۹۷۵ء صفحہ ۲۸)
لیکن اسی سوالنامے کے سوال نمبر ایک[1] متعلقہ کلمہ اسلام کے جواب میں آپ نے یہ تحریر فرمایا ہے کہ جناب کا سوالنامہ پہنچا۔ آپ کے سوالات کا اختصار سے جواب دے رہا ہوں۔ زیادہ نہ میرے پاس وقت ہے اور نہ میرا یہ موضوع ہے۔ لیکن یہاں سوال یہ ہے کہ اگر آپ کی سیاست اسلامی ہے جس کے ذریعہ آپ اسلامی نظام حکومت چاہتے ہیں تو اسلام کا اصل الاصول

تو کلمۂ اسلام ہے۔ پھر آپ کی سیاست کا موضوع کلمۂ اسلام کیوں نہیں ہے۔ کیا بغیر بنیاد کے تحفظ کے کسی عمارت کا تحفظ ہو سکتا ہے؟ کیا کلمۂ اسلام کے تحفظ کے بغیر بھی اسلام کا تحفظ ممکن ہے۔ کیا آپ کی یہ وہی سیاسی فنائیت نہیں ہے جس نے کلمۂ اسلام کے تحفظ سے بھی آپ کو غافل کر دیا ہے۔ اور شیعہ نصابِ دینیات میں دوسرا مسئلہ امامت کا درج ہوا جو خلافت راشدہ سے متصادم ہے بلکہ عقیدہ امامت کی بنا پر عقیدہ ختم نبوت بے معنی ہو جاتا ہے۔ کیونکہ جب حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو منصبِ نبوت نہیں عطا ہو سکتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد منصب امامت کیونکر عطا ہو سکتا ہے۔ جو حسبِ عقیدہ شیعہ نبوت سے افضل منصب ہے۔ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لے کر حضرت مہدی تک بارہ امام انبیائے سابقین علیہم السلام سے افضل ہیں۔ العیاذ باللہ۔ بہر حال عقیدۂ خلافت راشدہ کا تحفظ بھی کلمہ اسلام کے بعد لازمی ہے۔ کیونکہ خلافتِ راشدہ ہی کلمہ اسلام کے غلبہ و استحکام کا ایک کامل اور جامع نمونہ ہے۔ جو خدائے برتر کے وعدہ کے مطابق اس کی خصوصی تائید و نصرت سے اس زمین پر حضور خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس جماعت صحابہ کے ذریعہ خلفائے راشدین کی قیادت میں قائم ہوا تھا لیکن آپ نے اس کو بھی اپنی اسلامی سیاست کا موضوع نہیں بنایا:۔ یہ طریق سیاست تو ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کا تھا جس کے خلاف اس خادم اہل سنت نے گذشتہ

سال ۱۳۹۶ھ میں بانی جماعت اسلامی مودودی صاحب کے نام "کھلی چھٹی"
شائع کی تھی جو مطبوعہ صورت میں ان کو براہ راست ارسال کردی گئی تھی
اس "کھلی چھٹی" میں سات سوالات پیش کئے گئے تھے لیکن تا حال مودودی
صاحب نے ان کا کوئی جواب نہیں دیا اور نہ ہی وہ انشاء اللہ تعالیٰ
ان کا کوئی صحیح جواب دے سکتے ہیں۔

خلاصۂ کلام

اس وقت آپ کی خدمت میں میرے اس مکتوب
کا مقصد یہ مسئلہ نہیں ہے کہ عقیدۂ امامت کی
بناء پر اپنے جداگانہ کلمہ کے باوجود شیعہ فرقہ ایک اسلامی فرقہ قرار دیا جا
سکتا ہے یا نہیں؟ اور نہ ہی میرا یہ مطالبہ ہے کہ شیعوں کو مذہبی آزادی
نہیں ملنی چاہیے۔ بلکہ آپ سے میری بحث اس مسئلہ میں ہے کہ مذہبی
آزادی کے نام پر اسلامی حکومت اسلام کے نام پر کسی ایسے عقیدے اور
اصول کی اشاعت و تعلیم کی اجازت دے سکتی ہے یا نہیں جو اصول اسلام
سے ہی متصادم ہو اور جس کی اسلام میں کوئی گنجائش ہی نہ ہو۔ اس
سلسلے میں بندہ کا موقف یہ ہے کہ اسلامی حکومت کسی ایسے عقیدے کی
تبلیغ و اشاعت کی اجازت نہیں دے سکتی بلکہ اصول اسلام کے خلاف اگر
کوئی عقیدہ اسلام کے نام پر شائع کیا جائے تو اس کا سدباب کرنا اسلامی
حکومت کا فریضہ ہے۔ کیونکہ اسلامی حکومت کا مقصد ہی نیکیوں کا پھیلانا
اور منکرات (برائیوں) کا مٹانا قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ آیت تمکین میں
حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ :- اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰهُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ

وَآتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ۔ (پ۱۷۔ سورۃ الحج رکوع ۶) "وہ لوگ کہ اگر ہم ان کو قدرت دیں ملک میں تو وہ قائم رکھیں نماز اور دیں زکوٰۃ اور حکم کریں بھلے کام کا اور منع کریں برے کام سے اور اللہ کے اختیار میں ہے آخر ہر کام کا۔" (ترجمہ حضرت شیخ الہندرح) اس آیت کے تحت علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی رح فرماتے ہیں کہ:۔ ان ہی مسلمانوں کا بیان ہے جن پر ظلم ہوئے اور جن کو گھروں سے نکالا گیا۔ یعنی خدا ان کی مدد کیوں نہ کریگا جبکہ وہ ایسی قوم ہے کہ اگر ہم اسے زمین کی سلطنت دیدیں تب بھی خدا سے غافل نہ ہوں بذات خود بدنی و مالی نیکیوں میں لگے رہیں اور دوسروں کو بھی اس راہ پر ڈالنے کی کوشش کریں۔ چنانچہ حق تعالےٰ نے ان کو زمین کی حکومت عطا کی اور جو پیشگوئی کی گئی تھی حرف بحرف سچی ہوئی۔ فللہ الحمد علی ذٰلک۔ اس آیت سے صحابہ رضی اللہ عنہم خصوصاً مہاجرین اور ان میں سے اخص الخواص کے طور پر حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی حقانیت اور مقبولیت اور منقبت ثابت ہوئی"۔

سورۃ الحج کی مندرجہ آیت تمکین اور سورۃ نور کی آیت استخلاف (جس کی تشریح گذشتہ صفحات میں گذر چکی ہے) اس امر پر نص ہیں کہ اللہ تعالےٰ کے ان وعدوں اور پیشگوئیوں کا مصداق نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے خلفائے راشدین امام الخلفا حضرت ابوبکر صدیق رض۔ حضرت عمر فاروق رض۔ حضرت عثمان رض ذوالنورین اور حضرت علی المرتضیٰ رض ہیں۔ ان کی خلافت ہی موعودہ خلافت راشدہ ہے۔ لیکن شیعہ عقیدہ امامت اس سے متصادم ہے۔ کیونکہ ان

کے نزدیک حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لے کر حضرت مہدی تک بارہ امام خدا و رسول کی طرف سے نامزد امام و خلیفہ ہیں۔ ان میں حضرت علی رضؓ خلیفہ بلا فصل ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بلا کسی فاصلہ کے نامزد خلیفہ تھے۔ اور اسی عقیدۂ امامت کے اقرار و اظہار کے لئے وہ اپنے کلمہ و اذان میں علیؑ ولی اللہ وصّی رسولِ اللہِ وَخلیفتہ بلا فصل کا اعلان کرتے ہیں۔ اور ان کے نزدیک یہ عقیدہ امامت توحید و رسالت کی طرح اسلام کا ایک بنیادی اور اصولی عقیدہ ہے اور اگر یہ عقیدہ امامت اسلام کا اصولی عقیدہ تسلیم کیا جائے تو پھر خلافت راشدہ کا عقیدہ باطل ہو جاتا ہے جو قرآن و حدیث پر مبنی ہے۔ شیعوں کا عقیدۂ امامت اور سواد اعظم اہل السنّت والجماعت کا عقیدۂ خلافتِ راشدہ اسلام کے نام پر جمع نہیں ہو سکتے۔ لامحالہ ان میں سے کسی ایک کو ہی اختیار کرنا پڑے گا۔ اگر آپ کے نزدیک خلافت راشدہ کا عقیدہ برحق ہے تو امامت کا عقیدہ خلاف اسلام ہوگا۔ اہل السنت والجماعت کے عقیدہ کے تحت تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ برحق خلیفہ ہیں لیکن آپ چوتھے خلیفہ ہیں نہ کہ خلیفہ اوّل۔ اور خلیفہ اوّل تو حضرت ابو بکرؓ صدیق ہیں۔ دوم حضرت عمر فاروقؓ ہیں۔ سوم حضرت عثمانؓ ذوالنورین اور چہارم حضرت علی المرتضیٰ ہیں۔ یہ عقیدۂ خلافت واقعہ کے بھی بالکل مطابق ہے اور کتاب و سنت کی روشنی میں بھی بالکل صحیح ہے اور قومی اتحاد کے سابق انتخابی منشور میں آپ نے یہ واضح کر دیا ہے کہ :- قانون سازی کی بنیاد

قرآن وسنت پر ہوگی۔ تمام ایسے قوانین کو جو قرآن وسنت کے خلاف ہیں ایک سال کے اندر تبدیل کر کے قرآن وسنت کے مطابق بنایا جائے گا اور اسلامی شریعت نافذ کی جائیگی" اور ۱۹۷۰ء کے انتخابات میں جمعیت علمائے اسلام کے اسلامی منشور میں بھی آپ نے اس امر کی وضاحت کردی ہے کہ:۔

"اسلام اور اسکے کسی بھی حکم وعقیدہ کے خلاف کسی قسم کی تبلیغ وتنقید کی نہ تقریری اجازت ہو گی نہ تحریری"

لیکن یہ عجیب ستم ظریفی ہے کہ ملکی اقتدار ملنے سے پہلے ہی آپ نے منشور کے خلاف شیعہ نصاب دینیات کی منظوری دیدی ہے۔ جس کا عقیدۂ امامت کلمہ اور اذان اسلامی عقائد واحکام اور کتاب وسنت کے خلاف ہے۔ حضرت مفتی صاحب! (۱) جب تک آپ اسلامی عقائد واصول کی بناء پر شیعہ عقیدۂ امامت۔ کلمہ۔ اذان کو صحیح نہیں ثابت کرسکتے اسلام کے نام پر ان کی اجازت دینا آپ کی طرف سے اسلامی شریعت کی کھلم کھلا خلاف ورزی ہے۔ جس سے رجوع کرنا آپ پر شرعاً لازم ہے۔

(۲) اس وقت آپ قومی اتحاد کے پہلے صدر ہیں اگر قومی اتحاد کا کوئی شخص یہ اعلان کرے کہ قومی اتحاد کے پہلے صدر مولانا شاہ احمد صاحب نورانی ہیں نہ کہ مولانا مفتی محمود صاحب۔ تو فرمائیے۔ کیا قومی اتحاد کے نام پر آپ اس اعلان کی اجازت عطا فرما دینگے؟

(۳) اگر آپ کو پاکستان کی حکومت مل جائے۔ اور آپ قومی اتحاد کی طرف سے وزیراعظم منتخب ہو جائیں تو اس کے باوجود کیا آپ قومی اتحاد کے

نام پر ہی کسی شخص کے اس اعلان کو قبول فرمائینگے کہ قومی اتحاد کے پہلے وزیر اعظم مولینا مفتی محمود صاحب نہیں بلکہ ایئر مارشل اصغر خان صاحب ہیں اور اگر آپ اس قسم کے خلافِ حقیقت اعلانات کو قبول نہیں کر سکتے بلکہ اقتدار پر فائز ہونے کے بعد تو آپ ایسے شخص کو متوجب سزا قرار دینگے اور قومی اتحاد اور اپنی حکومت کا اسکو دشمن سمجھینگے ۔ تو فرمائیے ! کیا آپ کے دل میں رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے یارِ غار و مزار خلیفۂ اول ۔ امام الخلفاء حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اتنی عظمت بھی نہیں ہے جتنی کہ قومی اتحاد کے صدر اور وزیر اعظم کی ہے ۔ والسلام

وما علینا الا البلاغ ۔

خادم اہل سنت مظہر حسین غفرلہٗ خطیب مدنی جامع مسجد
چکوال
و بانی تحریک خدام اہل سنت پاکستان !

۲۳ رمضان المبارک ۱۳۹۷ھ ۸ ستمبر ۱۹۷۷ء

محمد اعظم خوشنویس راولپنڈی